فرامینِ نبوی ﷺ
ترجمہ و شرح
مکاتیب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
تالیف
امام ابو جعفر دیبلی
المتوفی ۳۲۲ھ
از
مولانا محمد عبد الشہید نعمانی
استاذ شعبۂ عربی جامعہ کراچی
الرحیم اکیڈمی
اے ۱/۷، اعظم نگر پوسٹ آفس لیاقت آباد، کراچی ۱۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

مرشدی و مولائی والد محترم محمد عبدالرحیم خاطر جیسوری رحمہ اللہ المتوفی ۱۸ جمادی الاول ۱۳۷۲ھ بمطابق ۲۴ جنوری ۱۹۵۳ء ۔ کراچی

فرامینِ نبوی

ترجمہ و شرح

مکاتیب النبی صلی اللہ علیہ وسلم تالیف امام ابو جعفر دیبلی المتوفی ۳۲۲ھ

از

مولانا محمد عبد الشہید نعمانی

استاذ شعبۂ عربی، جامعہ کراچی

ناشر

الرحیم اکیڈمی

اے ۷/۱، علم نگر پوسٹ آفس لیاقت آباد، کراچی ۱۹

اشاعت	بارِ اول تعداد ایک ہزار۔ کراچی
طباعت	عکسی
تاریخ طبع	۱۲ر رمضان المبارک سنہ ۱۴۰۶ھ
	۳۱ر مئی سنہ ۱۹۸۶ء
مطبع	احمد برادرس پرنٹرز ناظم آباد کراچی ۱۸
ناشر	ایچ پی / ڈاکٹر محمد عبدالرحمن غضنفر
کتابت	عیسیٰ سربازی
قیمت	Rs. 45/- روپے

الرحیم اکیڈمی

اے ۷/۱، اعظم نگر پوسٹ آفس لیاقت آباد کراچی ۱۹

عرضِ ناشر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

سرکارِ دوعالم، فخرِ موجودات، سرورِ کائنات، ختم الرسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ اور حیاتِ مبارکہ ہر مسلمان کے لیئے نمونۂ عمل ہے۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے انفرادی اور اجتماعی زندگی بسر کرنے کے لیئے ہمیں ہر قدم پر، ہر شعبۂ زندگی میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی کی ضرورت ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حیاتِ انسانی کے ہر شعبہ، ہر گوشے میں مکمل ہدایات اور مثالی اعمال کے ذریعہ ہمیں سیدھا، سچا، صاف، روشن اور بہترین راستہ بتایا ہے، حضور علیہ التحیۃ والتسلیم کی سیرت پاک پر جتنا لکھا گیا ہے، دنیا کی کسی اور شخصیت پر اتنا نہیں لکھا گیا، لیکن سیرت ایک بحرِ ذخار ہے اور اس پر جس قدر بھی لکھا جائے کم ہے۔

اسی سیرتِ طیبہ کا ایک شعبہ مکاتیبِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہے مکاتیب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جمع و تدوین میں بھی راویانِ حدیث اور محدثین کرام کا بڑا حصہ ہے، لیکن جن مکاتیب کو اس وقت ہم شائع کر رہے ہیں، یہ احادیث کی متداول ضخیم کتابوں میں موجود ہیں، ان مکاتیب کو سب سے پہلے یک جا جمع کرنے کا سہرا محدث ابوجعفر الدیبلی السندیؒ کے سر ہے۔ یہ تیسری صدی ہجری کے معروف محدثین میں سے ہیں۔

یہ کتاب چونکہ عربی میں تھی اس لیئے اس سے صرف عربی داں طبقہ ہی مستفید ہو سکتا تھا۔

الرحیم اکیڈمی کے قیام کا مقصد ہی عربی، فارسی اردو کی نادر و نایاب اہم و مفید کتابوں کا شائع کرنا ہے، لہٰذا ان مکاتیب پر ہمارے عزیز القدر برادر زادہ حافظ قاری الحاج مولانا محمد عبد الشہید نعمانی سلمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی توجہ مبذول کی اور ان مکاتیب کا اردو میں ترجمہ کیا اور اپنی خدا داد صلاحیت کو بروئے کار لا کر نہایت ہی جستجو و عرق ریزی سے اس کی محققانہ شرح بھی تحریر فرمائی، اور جن اہل قلم حضرات نے اب تک مکاتیب النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تحقیقی کام کیا ہے ان پر ناقدانہ نظر بھی ڈالی ہے جس سے اس کی افادیت میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اہل علم و اہل تحقیق اس کی قدر فرمائیں گے۔

ہماری دعا ہے کہ حق تعالیٰ عز اسمہٗ ہماری اس کوشش کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل حسن قبول عطا فرمائے آمین اور شارح و مترجم کے علم و عمل و عمر میں برکت عطا فرمائے آمین۔

حضرات قارئین کرام سے ہماری استدعا ہے کہ جو حضرات اس سے استفادہ فرمائیں وہ ہمیں اور ہمارے معاونین کو اپنی دعاء خیر میں یاد رکھیں۔

فقیر حقیر محمد عبد الرحمٰن غفنفر
غفر اللہ لہ ولوالدیہ
۱۵ ار رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدّمہ

منصب رسالت اور اس کے مقام سے کوئی ذی شعور مسلمان ناواقف نہیں، اللہ کے بھیجے ہوئے رسول کی رسالت کا اقرار جہاں ایمان کی اوّلین شرط ہے۔ وہاں اس کی اطاعت اور اس کے احکام کی بے چون وچرا پابندی بھی فرض ہے۔ امتِ مسلمہ کی طرف بھیجے ہوئے آخری رسولؐ معلّم انسانیت، ہادئ کائنات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف اتنی ہی ذمّہ داری نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اس کے بندوں تک پہنچا دیں بلکہ آپ کے منصب میں یہ بھی داخل تھا کہ اپنے اسوۂ حسنہ کے ذریعے شریعتِ الٰہی کی تشریح وتوضیح کریں اور اپنے اقوال کے ذریعے اس کے احکام کی تفصیل بیان کریں اور اپنی پسند و ناپسند کے اظہار سے اشیاء کی حلت و حُرمت کو متعیّن کریں۔ آپ کی زندگی کا ایک ایک جزو شریعت کے اجمالی احکام کی تفصیل و وضاحت تھا۔ حتیٰ کہ کسی کام کو دیکھ کر آپ کا خاموش رہنا بھی زبانِ حال سے اس امر پر دلالت کرتا تھا کہ شریعت نے اس کے کرنے کی اجازت دی ہے۔ مختصر لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ شریعتِ مطہرہ کو سمجھنے کا سارا دار و مدار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل اور آپ کے سکوت پر منحصر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو حقیقتاً اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت قرار دیا ہے ارشاد ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ[1] — جس نے حکم مانا رسول کا اس نے حکم مانا اللہ کا

وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا[2] — اگر تم اس کا کہا مانو تو راہ پاؤ۔

---

[1] سورۃ النساء ع ۱۱

[2] سورۃ النور ع ۱۳

صحابۂ کرام سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصدِ بعثت اور مقامِ رسالت سے کون واقف ہو سکتا ہے۔ وہ آپؐ کی ایک ایک ادا کو نظر میں رکھتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے روزِ اوّل سے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اور اعمال کو یاد کرنا اور محفوظ رکھنا شروع کر دیا تھا۔ ایک طرف انہوں نے ان تشریعی احکام و مسائل کو جن کی وضاحت حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفسِ نفیس فرماتے تھے، اپنے سینہ میں جگہ دی۔ دوسری طرف آپ کے ایک ایک عمل کو نگاہ میں رکھا بلکہ صحابہ کی ایک جماعت نے تو دنیا کے سارے بکھیڑے چھوڑ کر اپنا مقصود ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہر وقت حاضری بنا لیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالاتِ زندگی جس قدر شرح و بسط کے ساتھ آج موجود ہیں اس کا عشرِ عشیر بھی کسی بڑے سے بڑے انسان کا موجود نہیں ہے۔

مولانا شبلی نعمانی بڑے فخر سے "سیرۃ النبیؐ" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں :

تمام اربابِ مذاہب میں سے ہر ایک کو اپنا مذہب اسی قدر عزیز ہے جس قدر دوسرے کو ہے۔ اس لئے اگر بے پردہ یہ سوال کیا جائے کہ دنیا میں کون ہستی تھی جس میں جامعیتِ کبریٰ کا وصف نمایاں تھا تو ہر طرف سے مختلف صدائیں آئیں گی۔ لیکن اگر یہی سوال اس پیرایہ میں بدل دیا جائے کہ دنیا میں وہ کون شخص گذرا ہے جس کا زمانۂ زندگی اس طرح قلم بند ہوا کہ ایک طرف وسعت اور تفصیل کے لحاظ سے یہ حالت ہے کہ اقوال و افعال وضع، قطع، شکل و شباہت، رفتار و گفتار، مذاقِ طبیعت، اندازِ گفتگو، طرزِ زندگی، طریقِ معاشرت کھانے پینے، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، سونے، جاگنے، ہنسنے بولنے کی ایک ایک ادا محفوظ رہ گئی تو اس سوال کے جواب میں صرف ایک صدا بلند ہو سکتی ہے (محمد عربی فدیته بابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم)[1]

صحابہ نے جس ذوق و شوق محنت اور لگن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالاتِ زندگی اور آپ کے اقوال و افعال کو جمع کیا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی حیاتِ طیبہ

---

[1] شبلی نعمانی، سیرۃ النبی (دار المعارف اعظم گڑھ) ص ۵ مقدمہ

ایک مستقل علم کی حیثیت اختیار کر گئی اور امتِ مسلمہ کا ایک انبوہِ کثیر اس بحرِ بیکراں کی غواصی میں لگ گیا اور اس طرح تاریخِ انسانی کا حدیث جیسا عظیم الشان علم معرضِ وجود میں آگیا جس کی وسعت اور ہمہ گیری کا مقابلہ کوئی علم نہیں کر سکتا۔

صحابہ کے بعد تابعین کے دور میں مشتاقانِ علمِ نبوی میں دس گنا اضافہ ہوا جو عہد مابعد میں اسی رفتار سے بڑھتا ہی چلا گیا۔ ان مبارک نفوس کی کوششوں سے علمِ حدیث مدوّن ہوا، اس کی تبویب کی گئی۔ مختلف عنوانات کے تحت اس کو مرتب کیا گیا۔ تنقیدِ روایت کے اصول قائم ہوئے، نئے نئے عنوانات تلاش کئے گئے۔ بعض نے اپنی سہولت کی خاطر جس طرح مناسب سمجھا بغیر کسی خاص ترتیب کے احادیث کو جمع کر دیا۔ بعض نے یہ ترتیب ملحوظ رکھی کہ ہر صحابی کے نام کے تحت اس کی روایت کردہ حدیثیں جمع کر دیں۔ بعض نے فقہی ابواب پر احادیث کو تقسیم کیا۔ بعض نے حدیث کے مشکل اور لغوی مقامات کی طرف توجہ کی اور ان کو جمع کیا۔ بعض نے یہ التزام کیا کہ اپنی کتاب میں صرف وہ احادیث جمع کر دیں جو ہر اعتبار سے قابلِ اعتماد ہوں اور ثقاہت کے اعلیٰ معیار پر پوری اتریں۔ بعض نے خاص موضوع پر مشتمل احادیث کو الگ جمع کر دیا۔ مثلاً وہ حدیثیں ایک کتاب کی شکل میں جمع کر دیں۔ جن میں کسی کام کی ترغیب دی گئی تھی یا کسی کام سے روکا گیا تھا۔ بعض نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور ذاتی زندگی کو اپنا موضوع بنایا۔ چنانچہ شمائلِ نبوی کے عنوان سے احادیث الگ کیں۔ بعض نے آپ کے غزوات کی تفصیل پر مشتمل احادیث کو یکجا کر دیا۔

غرض یہ کہ اتنے گوناگوں عنوانات قائم کئے گئے کہ ان کی تفصیل کے اظہار کے لئے دفتر کے دفتر درکار ہیں۔ ان عنوانات میں سے ایک خاص عنوان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکاتیب کی جمع و تدوین ہے۔ اور محدث ابو جعفر محمد بن ابراہیم الدیبلی ۳۲۲ھ کو یہ شرف حاصل ہے کہ مکاتیب کے موضوع پر دستیاب باقاعدہ کتابوں میں ان کی کتاب کو اولین کتاب کی حیثیت حاصل ہے۔

علامہ ابو جعفر الدیبلی تیسری صدی کے مشہور و معروف عالم ہیں۔ یہ امام طحاوی اور مصنفینِ صحاح ستہ کے معاصر تھے۔ اسماء رجال کی متعدد کتابوں میں محدثین کے ضمن میں ان کا تذکرہ ملتا ہے لیکن اتنا ہی جتنا کہ ایک محدث کے تعارف کے لئے اس زمانے میں معمول تھا یعنی نام و نسب اور وطن کا ذکر، اساتذہ اور تلامذہ کے نام سنہ وفات اور شغلِ علمی۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں، چنانچہ جو کچھ مل سکا ہدیۂ ناظرین ہے۔

نام و نسب محمد[1] نام، ابو جعفر کنیت اور نسبت دیبلی ہے۔ شجرۂ نسب یہ ہے
ابو جعفر محمد بن ابراہیم بن عبداللہ الدیبلی المکی[2]۔

ولادت سنہ ولادت مذکور نہیں اس لئے وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کب پیدا ہوئے۔ تاہم ان کے شیوخ میں محدث حسین بن الحسن المروزی کا ذکر آتا ہے، جن کا انتقال ۲۴۶ھ میں ہوا ہے[3]۔ محدث ابو جعفر الدیبلی نے غالباً مکہ مکرمہ میں ان سے علمِ حدیث کی تحصیل کی ہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ ۲۴۶ھ سے پہلے پہلے یہ اس قابل ہو چکے تھے کہ ان سے عبداللہ بن المبارک کی کتاب "البر والصلة" کا سماع کر سکیں۔ اس حساب سے غالباً گمان یہ ہے کہ یہ کم از کم ۲۳۰ھ یا اس کے لگ بھگ پیدا ہوئے ہیں۔ نسبت چونکہ دیبلی ہے اس لئے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ "دیبل" یا

---

[1] تاریخ ادبیاتِ ہند و پاک جو پنجاب یونیورسٹی سے شائع ہوئی ہے، اس کے دوسرے باب میں ابو جعفر الدیبلی کا تذکرہ ہے، لیکن اس میں ابو جعفر کو محمد بن ابی جعفر تحریر کیا گیا ہے جو درست نہیں ہے کیونکہ ان کا اصلی نام محمد ہے اور کنیت ابو جعفر ہے اور والد کا نام ابراہیم ہے۔

[2] السمعانی، ابو سعید عبدالکریم بن محمد بن منظور التمیمی ۵۶۲ھ۔ کتاب الانساب الہند، حیدرآباد دائرۃ المعارف۔ تذکرہ ابراہیم بن محمد بن عبداللہ۔

[3] ابن حجر احمد بن علی بن حجر العسقلانی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب، الہند، حیدرآباد، دائرۃ المعارف النظامیہ ۱۳۵۲ھ

اس کے اطراف کے کسی گاؤں میں پیدا ہوئے ہیں۔ بعد میں یہ مکہ منتقل ہو گئے تھے۔ چنانچہ
یاقوت الحموی المتوفی ۶۲۶ھ نے ان کے تذکرہ میں لکھا ہے :

جاور مكّة یعنی مکہ میں جا کر بس گئے تھے[۱]۔

علامہ ابو جعفر الدیبلی کے بچپن کے حالات پردۂ اخفا میں ہیں تاہم دیبل جائے پیدائش
ہونے کی بنا پر یہ بات ظاہر ہے کہ موصوف نے ابتدائی تعلیم دیبل میں ہی حاصل کی ہو گی
اور پھر علم حدیث کی مزید تکمیل کے لئے مکہ مکرمہ کا سفر اختیار کیا ہو گا۔ مؤرخین نے آپ کے
جن شیوخ[۲] کا تذکرہ کیا ہے۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں :

۱۔ محدث حسین بن الحسن بن حرب السلمی بن عبداللہ المروزی المتوفی ۲۴۶ھ۔ علامہ ابو جعفر
الدیبلی نے ابن مبارک کی "کتاب البر والصلة" اُن ہی سے روایت کی ہے۔

۲۔ محدث محمد بن زنبور بن ابی الازہر ابو صالح المکی

۳۔ سعید بن عبدالرحمٰن بن حسان ابو عبید المخزومی المتوفی ۲۴۹ھ۔ علامہ ابو جعفر ان سے
ابن عیینہ کی کتاب التفسیر روایت کرتے ہیں[۵]

۴۔ محدث محمد بن احمد بن یزید بن عبداللہ القرشی الجمحی ابو یونس المدنی المتوفی ۲۵۵ھ[۳]
مکاتیب النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل دیبلی کا جزء انہی کی سند سے مروی ہے۔

---

[۱] الحموی یاقوت بن عبداللہ الرومی ۶۲۶ھ، معجم البلدان (مصر مطبعۃ السعادۃ ۱۳۲۴ باب دیبلی
[۲] الانساب، باب الدیبلی / معجم البلدان باب دیبل / الذہبی ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان ۷۴۸ھ،
تذکرۃ الحفاظ، طبع دائرۃ المعارف / ابن العماد عبدالحی الحنبلی ۱۰۸۹ھ شذرات الذہب فی اخبار من ذہب
باب من توفی سنۃ اثنتین وعشرین وثلاث مائۃ
[۳] المزی حافظ ابو الحجاج جمال الدین المزی ۷۴۲ھ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، تہذیب التہذیب تذکرۃ
ابو یونس للمدینی۔

[۵] تاریخ ادبیات ہند و پاک میں تحریر ہے کہ ابو جعفر الدیبلی نے کتاب التفسیر اور کتاب البر والصلة پر حاشیہ
تحریر کیا یہ بات درست نہیں اس زمانہ میں تحشیہ کا دستور نہیں تھا۔ ابو جعفر دیبلی نے ہر دو کتابیں مذکورہ
حضرات سے روایت کی ہیں۔ ملاحظہ ہو تاریخ ادبیات ج ۲ ص ۵۳

۵۔ محدث عبدالحمید بن صبیح[1]۔

ان کے تلامذہ کی فہرست میں درج ذیل حضرات کے نام ملتے ہیں :

۱۔ حافظ ابوعلی النیشاپوری[2]
۲۔ ابوالحسن احمد بن ابراہیم بن فراس المکی[3]۔
۳۔ حافظ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن علی المقری[4]
۴۔ محدث اسحٰق بن احمد بن خربان النہاوندی[5]
۵۔ محدث احمد بن دحیم[6]
۶۔ محدث احمد بن عبداللہ بن سعید ابوالعباس الدیبلی

علامہ ابوجعفر الدیبلی کے جزو "مکاتیب الرسول" کو روایت کرنے کا شرف مشہور حافظ حدیث ابوعلی النیشاپوری کو حاصل ہے۔ محدث دیبلی کی مرویات میں اب صرف "جزء الدیبلی" ہی موجود ہے۔ حدیث کی کتابوں میں ایک آدھ روایت دیبلی کی بھی مل جاتی ہے۔ چنانچہ ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں حافظ اعمش ہمدانی کے تذکرہ میں ایک اور حدیث نقل کی ہے اس کے راویوں میں بھی ابوجعفر الدیبلی کا نام شامل ہے۔ اسی طرح حافظ ابن عبدالبر نے احمد بن دحیم کے حوالے سے ابوجعفر کی ایک اور حدیث

---

[1] مشتبہ النسبۃ، باب الدیبلی
[2] جزء دیبلی
[3] الانساب و معجم البلدان، باب دیبل، تذکرۃ الحفاظ، ترجمہ ابن حباب القرطبی۔
[4] الانساب للسمعانی
[5] عبدالغنی المصری، المؤتلف و المختلف باب خربان و خرباق
[6] ابوعمر یوسف بن عبداللہ النمری القرطبی ۴۶۳ھ جامع بیان العلم از رجال السند والهند للقاضی اطہر مبارکپوری ص۲۰۵

بھی روایت کی ہے

اولاد ان کی اولاد میں موصوف کے ایک صاحبزادے ابراہیم بن محمد بن ابراہیم الدیبلی کا ذکر ملتا ہے۔ یہ بھی محدث تھے۔ ان کے اساتذہ میں موسیٰ بن ہارون اور محمد بن علی الصائغ کا ذکر آتا ہے۔ ابراہیم کا شمار چوتھی صدی کے محدثین میں ہے۔

وفات علامہ ابو جعفر الدیبلی کے شیوخ کے تذکرے اور ان کی تاریخِ وفات سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے طویل عمر پائی ہے۔ مؤرخین نے ان کی تاریخ وفات جمادی الاول ۳۲۲ھ نقل کی ہے

تصانیف ان کی باقیات صالحات میں صرف اسی "جزء" کا پتہ چلتا ہے۔ محدث ابو جعفر الدیبلی نے اس جزء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پچیس مکتوب جمع کئے ہیں۔ تمام کے تمام مکتوب حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ یہ مختلف موضوع سے متعلق ہیں۔ بعض ان میں جاگیر کے وثیقے ہیں، بعض امان نامے ہیں بعض میں دیگر احکامات ہیں۔ ان میں ایک تفصیلی ہدایت نامہ بھی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے لئے اس وقت تحریر کروایا تھا جب ان کو یمن کا حاکم مقرر کرکے بھیجا جا رہا تھا۔

حافظ ابن طولون محدثین میں اس جزء کی روایت متداول رہی ہے۔ چنانچہ قرونِ متاخرہ میں اس کی حفاظت اور اس کی روایت کا سہرا حافظ شمس الدین محمد بن علی بن طولون کے سر ہے۔ حافظ ابن طولون دسویں صدی کے مشہور مؤرخ، محدث اور حافظِ حدیث ہیں۔ یہ اپنے دور کے بڑے بلند پایہ مصنف گزرے ہیں۔ چھ سو کے قریب ان کی تصانیف یادگار ہیں۔ ان میں ان کی خود نوشت سوانح حیات بھی شامل ہے جس کا نام " الفلک المشحون فی احوال ابن طولون " ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے اپنی تصنیف کا تفصیلی تعارف کرایا ہے۔ حال میں دمشق سے ان کی متعدد تصانیف شائع ہو چکی ہیں۔

کثرتِ تصانیف کے اعتبار سے یہ علامہ جلال الدین السیوطی کے ہم پایہ ہیں۔

اعلام السائلین حافظ ابن طولون کی تصانیف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکاتیب پر مشتمل ایک رسالہ بھی ہے۔ اس رسالہ کا نام ہے "اعلام السائلین عن کتب سید المرسلین" اس رسالے میں حافظ ابن طولون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ مکاتیب جمع کئے ہیں جو آپ نے تبلیغی نقطۂ نظر سے مختلف فرمارویانِ مملکت اور دیگر اہم شخصیتوں کے نام تحریر کروائے تھے۔ خوش قسمتی سے حافظ ابن طولون نے اپنی اس کتاب کے آخر میں محدث ابو جعفر الدیبلی کا مکاتیب النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل جزء بھی نقل کر دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محدث ابو جعفر الدیبلی کا یہ جزء دسویں صدی تک متداول اور متعارف تھا۔ علامہ ابن طولون نے اس کو مکمل سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ سند کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے خاندان میں یہ توارث کے ساتھ نقل ہوتا چلا آیا ہے۔ ابو جعفر الدیبلی نے دو واسطوں کے ساتھ اس کو حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے عبد الملک سے روایت کیا ہے۔

علامہ ابن طولون کے رسالہ "اعلام السائلین عن کتب سید المرسلین" کا قلمی نسخہ کتب خانہ ظاہریہ دمشق میں خود مصنف کے قلم کا لکھا ہوا محفوظ ہے۔ مشہور فاضل ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے اس کو دیکھا ہے اور جا بجا اس سے استفادہ کیا ہے۔ ہماری بھی یہ کوشش تھی کہ اعلام السائلین کے اس حصہ کا فوٹو دمشق سے منگائیں جو ابو جعفر الدیبلی کے جمع کردہ مکاتیب سے متعلق ہے لیکن فی الحال ایسا ممکن نہ ہو سکا۔ اس وقت ہمارے پیش نظر علامہ ابن طولون کی کتاب "اعلام السائلین" کا وہ نسخہ ہے جو مکتبۃ القدسی والبدیر دمشق سے ۱۳۴۸ھ میں شائع ہوا ہے۔ اس مکتبہ نے علامہ ابن طولون کی متعدد کتابیں شائع کی ہیں۔ مکتبہ کی یہ کوشش قابلِ ستائش ہے لیکن جس اہتمام سے اس مکتبہ نے

علامہ ابن طولون کی کتابوں کی اشاعت کی ہے وہ اہتمام اس کی تصحیح میں ملحوظ نہیں رکھا ہے اس لئے کتاب میں بکثرت غلطیاں رہ گئی ہیں اور غلطیاں بھی اتنی موٹی موٹی کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ اصل نسخے کی عدم موجودگی میں ان غلطیوں کی اصلاح جس قدر مشکل کام ہے۔ اس کا اندازہ ہر شخص کر سکتا ہے۔

جزء الدیبلی کا اصل نسخہ چونکہ ہمارے پاس نہیں تھا اس لئے اس کی تصحیح میں ہم نے یہ اہتمام کیا کہ احادیث کی دیگر کتابوں میں ہر مکتوب کے متن کو تلاش کیا۔ تحقیق و جستجو سے مظان اور غیر مظان دونوں میں ہمیں جزء الدیبلی میں مذکورہ مکاتیب کی ایک بڑی تعداد مل گئی۔ اسی طرح کتبِ لغت و جغرافیہ اور غریب الحدیث اور اسماء الرجال کی کتابوں میں بھی جزوی یا کلی طور پر ان مکاتیب سے متعلق نہایت مفید معلومات ملیں۔ ائمہ لغت جس انداز سے ان مکاتیب کے الفاظ کا ذکر کرتے ہیں ان سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان مکاتیب سے ائمہ لغت نے خصوصی اعتناء کیا ہے اور یہ مکاتیب خاصے متداول رہے ہیں۔ ان مکاتیب پر کام کرنے سے یہ حقیقت بھی سامنے آئی کہ بعض صحابہ کا تذکرہ صرف اس بناء پر تاریخ میں محفوظ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے مکتوب تحریر کروایا تھا۔ چنانچہ تراجم صحابہ کی مشہور کتابیں "الاستیعاب"، "اسد الغابۃ" اور "الاصابہ" میں بعض صحابہ کے حالاتِ زندگی میں صرف یہ تحریر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے فلاں مکتوب تحریر کروایا بس اس سے آگے ان صحابی کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں ہے۔ اسی طرح کتبِ لغت و جغرافیہ میں بعض مقامات کی تشریح کے ذیل میں صرف یہ تحریر ہے کہ وہ موضع ہے جو حضور صلی اللہ علیہ نے فلاں صحابی کو عطا کیا۔

محدث ابو جعفر الدیبلی کے مذکورہ جزء سے قبل بھی متعدد اصحابِ علم نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے اور اربابِ تاریخ و حدیث نے اس ذیل میں متعدد تصانیف

کی نشاندہی کی ہے۔ چنانچہ مؤرخ ابن ندیم نے "الفہرست" میں علامہ ابو الحسن علی بن محمد بن عبداللہ بن ابی سیف المدائنی ۲۱۵ھ کی مکاتیب کے موضوع پر چند تصانیف کا ذکر کیا ہے جن کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ کتاب عہود النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۲۔ کتاب رسائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۳۔ کتاب کتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الملوک
۴۔ کتاب اقطاع النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۵۔ کتاب صلح النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۶۔ کتاب من کتب لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کتاباً واماناً۔[۱]

یہ کتابیں فی الوقت تو ناپید ہیں لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی کے دور تک یہ متداول اور معروف تھیں۔ اور خود حافظ صاحب نے اپنی تصنیف الاصابہ میں کتاب "رسائل النبی" سے استفادہ کیا ہے۔[۲]

اسی طرح مشہور مؤرخ حافظ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی ۹۰۲ھ نے اپنی کتاب "الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ" میں "عمارہ بن زید" کی ایک تالیف کا تذکرہ کیا ہے جس کا عنوان تھا "مکاتباتہ صلی اللہ علیہ وسلم للاشراف والملوک ولغیرھم"[۳]
"ڈپلوماسیۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم" کے فاضل مصنف "عون الشریف قاسم" نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں مکاتیب کے موضوع پر مستقل کتب کی نشاندہی کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اس موضوع پر ایک تصنیف کا بھی ذکر کیا ہے۔ چنانچہ

---

[۱] الفہرست ص ۱۵۳ و ۱۵۴۔
[۲] ڈپلوماسیۃ محمد ص ۳
[۳] ص ۹۲

وہ لکھتے ہیں

وللمصادر حافلة بالاشارات الی المحاولات المبکرة لجمع نصوص هذه الوثائق في كتب منفصلة فقد ذكر الواقدي في حديثه عن كتاب النبي صلى الله عليه وسلم الى المنذر بن ساوى باسناد له عن عكرمة الذي قال وجدت هذا الكتاب في كتب ابن عباس بعد موته۔[1]	مصادر میں کثرت سے ان ابتدائی کوششوں کی طرف اشارات ملتے ہیں جو مکاتیب کو علیحدہ کتابی صورت میں مدوّن کرنے کے سلسلے میں کی گئی ہیں۔ چنانچہ واقدی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منذر بن ساوی کے نام مکتوب کا تذکرہ باسناد عکرمہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ "مجھے یہ مکتوب حضرت عباس کی تحریرات میں ملا تھا۔

لیکن ہمارے خیال میں واقدی کے مذکورہ بیان سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کچھ تحریرات یادگار چھوڑی تھیں لیکن اس عبارت سے یہ ثابت کرنا کہ ان کی مکاتیب کے موضوع پر کوئی مستقل تالیف بھی تھی، ثبوت طلب ہے۔

اسی طرح ڈاکٹر حمید اللہ صاحب اور عون الشریف قاسم دونوں فضلاء نے مکاتیب کے موضوع پر ابتدائی تصانیف گنانے ہوئے ایک کتاب کا تذکرہ کیا ہے جس کو یزید بن ابی حبیب المصری نے ایک قابلِ اعتماد شخص کے ہاتھ امام زہری کی خدمت میں بھیجا تھا۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب رقمطراز ہیں :

وهناك كتاب آخر شاع في حياة الامام الزهري (المتوفى سنة ۱۲٤) فبعث له يزيد بن ابي حبيب المصري الى ابن شهاب الزهري مع ثقة من	یہاں ایک اور کتاب کا تذکرہ بھی ضروری ہے جو امام زہری ۱۲۴ھ کی زندگی میں متداول تھی اور جسے یزید بن ابی حبیب نے ایک ثقہ شخص کے ہاتھ امام زہری کی

---

[1] مقدمہ ص۲

اهل بلدہ فعرفہ ولم ینکرہ[1] — خدمت میں پیش کیا تھا اور امام موصوف نے اس کی توثیق کی تھی۔

ہماری ناقص رائے کے مطابق یہ کتاب بھی مکاتیب کی جمع وتدوین کے موضوع سے متعلق نہیں تھی بلکہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفراء کے اسماء کی تفصیلی فہرست تھی اور وہ ہدایات درج تھیں جو آپ نے ان سفراء کو بھیجتے ہوئے دی تھیں۔ چنانچہ علامہ طبری لکھتے ہیں :

وحدثنا ابن حمید قال حدثنا سلمۃ قال حدثنا ابن اسحٰق عن یزید بن ابی حبیب المصری انہ وجد کتابا فیہ تسمیۃ من بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ملوک الخائبین (کذا) وما قال لاصحابہ حین بعثھم فبعث بہ الی ابن شہاب الزہری مع ثقۃ من اھل بلدہ[2]

ہم سے ابن حمید نے بحوالہ مسلم وابن اسحٰق ویزید بن ابی حبیب المصری بیان کیا ہے ان کو ایک کتاب ملی تھی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان سفراء کے اسماء کی تفصیل تھی جن کو آپ نے ملوک عرب وعجم کی طرف روانہ کیا تھا اور وہ ہدایات درج تھیں جو آپ نے روانہ فرماتے وقت ان حضرات کو دی تھیں۔ یزید بن ابی حبیب نے ایک شخص کے ہاتھ اسے امام زہری کی خدمت میں بھیج دیا تھا۔

---

[1] مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ، مقدمہ ص۱۱ و دبلوماسیۃ محمد مقدمۃ ص۳

[2] تاریخ الامم والملوک ج ۲ ص ۲۸۹

صلی اللہ علیہ وسلم الرسل الی الملوک یدعوھم الی الاسلام وما کتب به رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لناس من العرب وغیرھم" کے عنوان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکاتیب کی ایک بڑی تعداد یکجا نقل کر دی ہے۔ طبقات ابن سعد کا جو نسخہ یورپ کے مستشرقین کے زیر اہتمام بریل سے ۱۳۲۲ھ میں تصحیح و تحشیہ کے ساتھ شائع ہوا ہی سر دست اس پوری کتاب کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہتے لیکن اس عنوان کے تحت مکاتیب نبوی کا جو حصہ جزء دیبلی میں مروی ہے اس کا ہم نے بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے اور پھر حدیث ولغت اور جغرافیہ کی کتابوں میں جہاں جہاں یہ مکاتیب ہمیں مل سکے ان سے ملا کر دیکھا ہے تو یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ یہ محققین جن کے علم و تحقیق کا چار دانگ عالم میں غلغلہ ہے اکثر مکاتیب کی عبارت صحیح نہ پڑھ سکے اور اس لئے نقل عبارت میں ان سے ایسی غلطیاں سرزد ہوئیں جن کو تصحیف و تحریف کا نادر نمونہ کہا جا سکتا ہے۔

مستشرقین کی تحقیقات کے یہ نادر نمونے ناظرین کو موقع بہ موقع آگے چل کر نظر آئیں گے۔

۲: مستقل اور باقاعدہ تصانیف میں محدث ابو جعفر الدیبلی کے "جزء" کے بعد اس موضوع پر جو کتاب ملتی ہے وہ آٹھویں صدی میں قلم بند کی گئی ہے۔ اس کے مؤلف امام ابو عبداللہ محمد بن علی بن حدیدہ الانصاری ہیں۔ ان کی کتاب کا نام "المصباح المضیء فی کتاب النبی الامی ورسله الی ملوک الارض من عربی وعجمی" ہے۔ اس کتاب کو انہوں نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین اور سفراء کا تذکرہ ہے اور دوسرا حصہ مکاتیب پر مشتمل ہے اس میں بیشتر مکاتیب وہ ہیں جو آپ نے مختلف فرمان روایانِ مملکت کو ارسال کیے تھے۔

علامہ چلپی نے "کشف الظنون" میں اس کتاب کی تاریخ تحریر ذی القعدہ ۷۷۹ھ تحریر کی ہے۔ یہ کتاب ۱۳۴۶ھ میں دائرۃ المعارف العثمانیہ کے تحت زیور طبع سے آراستہ ہو کر شائع ہو گئی ہے۔

۳۔ ابن حدیدۃ الانصاری کے بعد اس موضوع پر جس نے قلم اٹھایا ہے، وہ حافظ شمس الدین ابن طولون ہیں۔ ان کی کتاب "اعلام السائلین عن کتب سید المرسلین" میں پچیس کے لگ بھگ مکاتیب ہیں۔ محدث ابوجعفر الدیبلی کے جزء کو ملا کر اس میں درج مکاتیب کی کل تعداد پچاس ہو جاتی ہے۔

۴۔ اس کے بعد یہ موضوع پھر ہندوستان منتقل ہو گیا ہے۔ ٹونک غیر منقسم ہند کی ایک چھوٹی سی ریاست تھی۔ یہاں مسلمان نوابوں کی حکومت تھی۔ یہ علم اور علماء کے قدردان تھے ان میں بعض خود بھی صاحب علم و فضل تھے۔ ان نوابوں میں سے ایک نواب جو مولانا محمد عبدالمنعم خان کے جد امجد تھے۔ انہوں نے ابن حدیدہ کی "المصباح المضيي" کو سامنے رکھ کر مکاتیب النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کام کیا۔ اور الحلیۃ علی المصباح المضیئۃ کے نام سے ایک کتاب تحریر کی۔ اس کتاب میں انہوں نے "المصباح" میں مذکور مکاتیب کے علاوہ دیگر مکاتیب کا اضافہ بھی کیا۔ اس طرح "الحلیۃ" میں مکاتیب کی کل تعداد چوّن ۵۴ ہو گئی۔ صاحبزادہ محمد عبدالمنعم خان صاحب "رسالات نبویہ" نے اپنی کتاب میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

۵۔ صاحب الحلیہ کے بعد اس موضوع پر لکھنے کی سعادت ان کے پوتے صاحبزادہ محمد عبدالمنعم خان کے حصہ میں آئی۔ چنانچہ انہوں نے "رسالات نبویہ" کے نام سے ۱۹۳۴ء میں ایک کتاب تحریر کی۔ صاحبزادہ محمد عبدالمنعم خان حضرت مولانا محمود الحسن خان ٹونکی المتوفی ۱۳۶۶ھ کے تلمیذ اور تربیت یافتہ تھے۔ ابتدا میں ان کے جد امجد کی کتاب "الحلیۃ" کے ترجمہ کا کام ان کے سپرد ہوا تھا۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ ان مکاتیب کا ترجمہ کیا بلکہ دیگر مکاتیب بھی جستجو کر کے جمع کر لئے اور اس طرح ایک ضخیم کتاب تیار ہو گئی۔ انہوں نے یہ کتاب عربی میں لکھی ہے اور اس کا مکمل اردو ترجمہ بھی ساتھ ہی نقل کر دیا ہے۔ مکاتیب کے ساتھ ساتھ مختصراً مشکل مقامات کی تشریح و توضیح بھی کر دی ہے۔

اردو اور عربی دونوں میں ضخامت اور کثرت مکاتیب کے لحاظ سے یہ پہلی جامع

کتاب ہے۔ یہ ۱۹۳۶ء میں دلی پرنٹنگ پریس دہلی سے شائع ہوئی تھی۔

۶۔ ان کے بعد اس موضوع پر جس کو قلم اٹھانے کا شرف حاصل ہوا وہ ہندوستان کے مشہور فاضل ڈاکٹر حمید اللہ ہیں۔ آپ نے سب سے پہلے پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالے کے تحت عہدِ نبوی اور عہدِ خلافتِ راشدہ کے تحریر شدہ وثائق جمع کئے تھے۔ اور ان کی سیاسی اور تاریخی اہمیت پر گفتگو کی تھی۔ ڈاکٹر صاحب کا یہ مقالہ فرانسیسی زبان میں تھا اور ۱۹۳۵ء میں زیرِ عنوان DOCUMENTS SURLA DIPLOMATE MUSLMANE پیرس سے شائع ہوا تھا۔ ۱۹۳۵ء میں ڈاکٹر صاحب نے اس مقالے میں ذکر کردہ مکاتیب کو مزید تحقیق و اضافہ کے ساتھ عربی کا جامہ پہنا کر "مجموعة الوثائق السياسية للعهد النبوي والخلافة الراشدة" کے نام سے مصر سے شائع کیا۔ اس کتاب کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی اور حال ہی میں اس کا تیسرا ایڈیشن شائع ہوا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب کی ترتیب و تزئین میں جس قدر عرق ریزی کی ہے وہ بلاشبہ ایک قابلِ قدر کارنامہ ہے۔ انہوں نے نہایت محنت اور توجہ سے یہ مکاتیب جمع کئے ہیں۔ یورپ اور اسلامی ممالک کی بڑی بڑی لائبریریوں کی قلمی اور مطبوعہ کتابوں کا اس سلسلے میں جائزہ لیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو اپنی عالمگیر شہرت اور پیرس میں اقامت کی بناء پر بہت سی ایسی کتابوں تک رسائی حاصل ہے جسے دیکھنے کو دوسروں کی نگاہیں ترستی ہیں یہی وجہ ہے کہ جہاں تک حوالوں کا تعلق ہے ڈاکٹر صاحب کی کتاب اس سلسلے میں مالا مال ہے۔ ہر مکتوب میں وہ اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ ماخذ کا تذکرہ کریں۔ ڈاکٹر صاحب کی یہ کوشش یقیناً قابلِ قدر ہے لیکن بصد احترام یہ عرض ہے کہ ہمیں اس کتاب میں ایک کمی بڑی شدت سے محسوس ہوئی اور وہ یہ کہ ڈاکٹر صاحب نے کثرتِ مصادر تک رسائی کے باوجود مکاتیب کی صحت کی طرف توجہ نہیں دی۔ وہ مختلف نسخوں کے اختلاف کو بالالتزام ذکر کرتے ہیں لیکن یہ اختلاف کیوں ہے اور اس میں کس نسخے کا متن صحیح

اس کے بارے میں کوئی تصریح نہیں کرتے پھر مزید یہ کہ انہوں نے اکثر جگہ طبقات ابن سعد کے ذکر کردہ متن کو اپنی کتاب میں اصل متن کی حیثیت سے نقل کیا ہے۔ اور دیگر کتابوں میں روایت کردہ متن کے فرق کو بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ متعدد مقامات پر یہ غلط متن اصل قرار پا گیا ہے۔ اگر ڈاکٹر صاحب اس پہلو سے اپنی کتاب پر توجہ فرما لیتے تو یقیناً ان کی کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکاتیب کے سلسلے میں ایک مستند ماخذ قرار پاتی۔

ایک تسامح ڈاکٹر صاحب سے یہ ہوا ہے کہ مکاتیب کی جمع و ترتیب کے سلسلے میں انہوں نے کتب غریب الحدیث سے زیادہ اعتنا نہیں کیا ہے۔ ان کے یہاں لغتِ حدیث کی مشہور کتابیں "النہایہ فی غریب الحدیث والاثر" لابن الاثیر اور "الفائق فی غریب الحدیث" للزمخشری کے معدودے چند حوالے ملتے ہیں۔ اگر ڈاکٹر صاحب کتب غریب الحدیث سے مراجعت فرما لیتے تو بڑی حد تک ان کی کتاب کی تصحیح ہو جاتی۔ ڈاکٹر صاحب نے مکاتیب میں مذکورہ بعض الفاظ کی تشریح لسان العرب اور دوسری کتابوں کی مدد سے کی ہے اور انہیں حروفِ تہجی پر مرتب کر کے آخر میں ضمیمہ کی صورت میں کتاب کے ساتھ منسلک کر دیا ہے لیکن یہ بھی ایک سرسری کام ہے۔

ہمارا یہ منصب ہرگز نہیں کہ ڈاکٹر صاحب پر کسی قسم کا نقد و تبصرہ کریں، وہ ہمارے لئے ہر لحاظ سے قابلِ احترام ہیں۔ ان کی سادگی، دین سے محبت اور علم میں مکمل انہماک ہم جیسے مبتدیوں کے لئے راہ عمل ہے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب کی کتاب کو جو شہرت حاصل ہے اس کے بعد ہمارا یہ دینی علمی فریضہ تھا کہ ہم اس سلسلے میں جو کچھ محسوس کریں بلا کم و کاست بیان کر دیں۔

۷ :۔ اس موضوع پر موجودہ دور میں سب سے زیادہ تفصیلی کتاب مکاتیب الرسول ہے جو ایرانی فاضل علی بن حسین علی احمدی کی تالیف ہے۔ یہ کتاب ۱۳۷۹ھ میں مطبع علمیہ قم ایران

سے شائع ہوئی ہے۔ یہ عربی زبان میں متوسط التقطیع کی دو جلدوں میں ہے۔ مصنف نے مکاتیب کی جمع و ترتیب کے ساتھ ساتھ ان کی شرح اور مشکل مقامات کی توضیح بھی کی ہے اگرچہ بہت سی جگہ ان کی تحقیقات صحیح نہیں ہے تاہم یہ ایک قابلِ قدر کوشش ہے۔ افسوس ہے کہ مثالبِ صحابہ کی ناگوار بحث سے یہ کتاب داغدار ہے۔

۸ :۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ کے تیسرے ایڈیشن کے مقدمہ میں مجلّہ معہد المخطوطات جامعۃ الدول العربیہ کے حوالہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکاتیب پر مشتمل ایک مخطوطہ کا تذکرہ کیا ہے۔ اس مخطوطہ کے نام اور مصنف کا پتہ نہیں چل سکا یہ مخطوطہ ۱۲ ورق پر مشتمل ہے اور مکتبہ طلعت میں قسم التاریخ نمبر ۱۸۴۵ کے تحت موجود ہے۔ اس کے کاتب کا نام احمد رفعت، اور سن کتابت ۱۲۶۵ ہجری ہے۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعض خلفاء کے مکاتیب اور ان کے جوابات ہیں اور حاشیہ پر ترکی میں ان کی تشریح بھی ہے۔

۹ :۔ ۱۹۸۱ء میں ہمیں ترکی کے شہر استنبول جانے کا اتفاق ہوا اور وہاں کے مشہور کتب خانہ سلیمانیہ اور کتب خانہ ملت سے استفادہ کا موقع ملا۔ یہ دونوں کتب خانے نادر مخطوطات سے مالا مال ہیں۔ کتب خانہ ملت میں ہمیں ایک مخطوطہ کے مطالعہ کا موقع ملا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکاتیب پر مشتمل تھا۔ اس کا نمبر FEYZULLAH EFENDI/2230 ہے اور عنوان میں رسالہ درمکاتیبِ نبوی تحریر ہے اور کاتب کا نام آل عبا احمد مختار بک زادہ علی حیدر ہے اور تاریخ کتابت ۲۶ رجب ۱۳۰۹ھ ہے اور اس میں درج ذیل مکاتیب موجود ہیں :

کتاب محمد رسول اللہ الی کافۃ الناس اجمعین، الی حارث بن شمر، کسریٰ عظیم فارس، النجاشی الاصحم، المقوقس عظیم القبط، المنذر بن ساوی، جیفر و عبد النبی الجلندی، ھرقل عظیم الروم، یوحنہ بن رویہ، اہل اذرح، ابی ضمیرہ، عداء بن خالد وغیرہ۔

علاوہ ازیں اس موضوع پر بعض اور اصحاب نے بھی قلم اٹھایا ہے جن کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں

۱ - محمد عبدالجلیل - فرمانِ نبوت، حیدر آباد دکن مطبع شوکتِ اسلام

۲ - مولانا حفظ الرحمٰن سیوھاروی، بلاغِ مبین، مکاتیب سید المرسلین دہلی

۳ - محبوب رضوی، رسول اللہ علیہ وسلم کے مکتوبات و معاہدات

۴ - عون قاسم الشریف، دبلوماسیۃ محمد، سوداں

محمد عبد الشہید نعمانی
اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ عربی
کراچی یونیورسٹی
۲۷ ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ

(۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هٰذا كتاب من محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم
لعظيم بن الحارث المحاربي ان له فجا لا يحاقه فيها احد۔ وكتب الارقم

حضرت عظیم بن الحارث المحاربی کے نام

یہ تحریر ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عظیم بن الحارث المحاربی کے حق میں کہ "فج" ان کا ہے۔ اس میں کوئی دوسرا اپنا حق نہیں جتائے گا۔ کاتب ارقم

حضرت عظیم بن الحارث المحاربی رضی اللہ عنہ | ارباب تاریخ و سیر کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کا نام عُظَیم بروزن حُسین تصغیر کے ساتھ ہے اور ظا معجمہ سے ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی کا رجحان اس نام کے ضبط میں صادِ مہملہ کی طرف ہے۔ چنانچہ ان کے خیال میں یہ عُصَیم ہے۔ اور اسی بنا پر انہوں نے ان کا تذکرہ "الاصابہ فی تمییز الصحابہ" اور "المنتبہ" میں اسی نام سے کیا ہے۔ "تبصیر المنتبہ" کے الفاظ ھدیۂ ناظرین ہیں

العصيمي " وبضم اوله من ينسب الى عُصيم بن الحارث بن الظالم الصحابي۔ قاله الهجري انتهى[1]	"عصیمی" بضم اول، جو حضرت عُصیم بن الحارث بن ظالم صحابی کی طرف منسوب ہے۔ ہجری کا یہی بیان ہے۔ انتہی

ہمارے خیال میں حافظ صاحب کے شبہ کا منشا یہ ہے کہ "نوادر ابی علی الہجری" جس سے انہوں نے حضرت عظیم بن الحارث رضی اللہ عنہ کا تذکرہ نقل کیا ہے اس میں

---

[1] ص ۱۰۱۳

ظ کے الف کا شوشہ ساقط ہو گیا اور اس بنا پر حافظ صاحب نے اسے ظالم کے بجائے ص پڑھا اور عُظَیم کے بجائے عُصَیم سمجھا۔

حضرت عظیم بن الحارث المحاربی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ تراجم صحابہ کی کتابوں میں عام طور پر نہیں ملتا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن عبد البر کی کتاب "الاستیعاب" اور حافظ عز الدین ابن الاثیر کی کتاب "اسد الغابہ" ان کے ذکر سے خالی ہیں بعد کے دور میں علامہ ذہبی نے "تجرید اسماء الصحابہ" میں صرف اتنا لکھا ہے

عظیم بن الحارث المحاربی کتب له النبی صلی اللہ علیه وسلم بعطاء [1]	"عظیم بن الحارث المحاربی" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عطاء جاگیر کے سلسلہ میں ان کے لئے فرمان لکھوایا تھا۔

ان کے بعد حافظ ابن حجر نے "الاصابہ" میں مزید تفصیل یہ بیان کی ہے

عصیم بالتصغیر بلا هاء بن الحارث بن ظالم بن حدّاد بن ذهل بن طریف بن محارب بن خصفة المحاربی ذکره ابو علی الهجری فی نوادره قال: وقال العباس بن عصیم یفتخر بوفادة ابیه وعمه سواء علی النبی صلی اللہ علیه وسلم فقال ما اسمك؟ فقال عُصَیم وابوه اهدی للنبی صلی اللہ علیه وسلم	عصیم تصغیر کے ساتھ بغیر ھاء کے ہے (یعنی عصیمہ نہیں ہے) بن حارث بن ظالم بن حدّاد بن ذھل بن طریف بن محارب بن خصفۃ المحاربی۔ ان کا تذکرہ ابو علی الہجری نے اپنی "نوادر" میں کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ عباس بن عصیم اپنے والد اور چچا سوار کی بارگاہ رسالت میں بصورت وفد حاضری پر فخر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عصیم سے پوچھا تھا تمہارا کیا نام ہے انہوں نے جواب دیا عصیم

---

[1] ج ۱ ص ۳۸۳

المرتجز فرسه فاثابه علی ذٰلك الفرعاء ناقته فاولادها عندهم فقال العباس

ان کے والد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو "مرتجز" نامی اپنی سواری کا گھوڑا بطور ہدیہ پیش کیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے عوض میں "فرعاء" نامی اپنی اونٹنی ان کو عطا فرمائی تھی اس اونٹنی کی اولاد ابھی تک ان کے یہاں موجود ہے۔ چنانچہ عباس نے اس واقعہ کے سلسلہ میں یہ اشعار کہے ہیں

عصیم ابی زار النبی محمدًا ... وعمّی سواء قل هذا التفاخر

حملنا رسول الله ثم اثابنا ... ابی بخیر یسموله کل ناظر

ولمّا دعی داع لدین محمّد ... وفدنا فمنا کان ایمن زائرہ

۱ - میرے والد عصیم اور میرے چچا سواء نے محمد نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زیارت کی تو یہ فخر کیا کم ہے

۲ - ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سواری پیش کی تو آپ نے میرے والد کو اس سے بہتر عوض عطا فرمایا کہ جس کو دیکھ کر ہر شخص سربلند ہوتا ہے۔

۳ - جب دینِ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف داعی نے بلایا تو ہم وفد لے کر چل پڑے اور پھر ہم متبرک زیارت کرنے والے تھے۔

حضرت عظیم بن الحارث المحاربی رضی اللہ عنہ قبیلہ محارب سے تعلق رکھتے ہیں محارب بہت بڑا قبیلہ ہے جس کے بہت سے خاندان اور شاخیں ہیں۔ حضرت عظیم رضی اللہ عنہ کا تعلق خصفہ بن عیلان کی شاخ سے ہے

وفد محارب کی دربارِ رسالت میں حاضری

تاریخ کی متعدد کتابوں میں وفد محارب کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا ذکر موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وفد محارب سنہ ۱۰ ہجری میں حجۃ الوداع کے موقعہ پر آیا تھا۔ یہ دس افراد پر مشتمل تھا

ک الاصابہ ترجمہ عصیم

جس میں حضرت عظیم کے علاوہ ان کے بھائی حضرت سوار رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے خزیمہ بن سوار رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دار رملہ بنت الحارث میں ٹھہرایا تھا۔ ان کے کھانے پینے اور مہمانداری کا انتظام حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا۔ اور یہ لوگ نہایت خلوص اور ذوق و شوق کے ساتھ اسلام لائے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہمیں اپنے قبیلے کی طرف سے بھی نائب سمجھئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عظیم رضی اللہ عنہ کے بھتیجے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کے چہرہ پر شفقت سے ہاتھ پھیرا تو ان کا چہرہ نور سے دمک اٹھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب معمول اس وفد کو بہت کچھ دے دلا کر رخصت کیا۔ ہمارا گمان یہ ہے کہ اسی موقعہ پر مندرجہ بالا فرمان قیدِ تحریر میں آیا ہے۔

حضرت عظیم کے بھائی حضرت سوار بن الحارث رضی اللہ عنہ وہی صحابی ہیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گھوڑے کا سودا کیا تھا اور یہ اس سودے سے پھر گئے تھے۔ پھر حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں گواہی دی۔ جس کے بعد حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت دو مردوں کی شہادت کے مساوی قرار پائی۔ یہ مشہور قصہ ہے جس کی تفصیل حافظ ابن حجر نے حضرت سوار رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں طبرانی اور ابن شاہین کے حوالے سے نقل کی ہے۔[1]

فخ | کتاب کے اصل نسخہ میں فج جیم کے ساتھ لکھا گیا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ اصل لفظ فخ خاء معجمہ کے ساتھ ہے جس کے متعلق علامہ مجد الدین ابن الاثیر[2]، یاقوت الحموی[3]، ابن منظور افریقی[4]، ابن کثیر[5]، حافظ حازمی[6]، محمد طاہر پٹنی[7] اور علامہ مرتضیٰ زبیدی[8] سب

---

[1] الاصابہ ترجمہ سوار۔ [2] النہایہ فی غریب الحدیث باب فخ۔ [3] معجم البلدان باب فخ
[4] لسان العرب مادہ فخ۔ [5] البدایۃ والنہایہ ج ۵ ص ۱۴۱ ۔ [6] کتاب الاماکن قلمی ورق ۱۵۱
[7] مجمع بحار الانوار مادہ فخ۔ [8] تاج العروس مادہ فخ۔

حضرات نے بالاتفاق تصریح کی ہے کہ یہ وہ پانی کا تالاب یا چشمہ تھا جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عظیم بن الحارث المحاربی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا تھا۔

لایحاقہ فیہا احد دہلی کے نسخے میں لا یخافہ غلط چھپ گیا ہے اصل لفظ لا یحاقہ حاء مہملہ اور ق کے ساتھ ہے۔

اس فرمان کا متن اگرچہ ہمیں متداول کتابوں میں دستیاب نہ ہو سکا لیکن لغت اور جغرافیہ کی کتابوں میں اس کے الفاظ کی تشریح موجود ہے۔ حافظ ابن کثیر نے "البدایۃ والنہایہ" میں حضرت ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ عنہ کے ذکر میں ابن عساکر کے حوالے سے اس فرمان کی کتابت کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

الارقم بن أبي الارقم هو الذی	حضرت ارقم بن ابی الارقم وہ صحابی ہیں جنہوں نے
كتب اقطاع عظيم بن	حضرت عظیم بن الحارث المحاربی کے جاگیر کے
الحارث المحاربي بأمر رسول الله	وثیقے کو جو رفخ اور دوسرے مواضع کے متعلق تھا
صلى الله عليه وسلم برفخ وغيره	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تحریر
وذلك فيما رواه الحافظ ابن	کیا تھا۔ یہی وہ وثیقہ ہے جس کو حافظ
عساكر من طريق عتيق بن	ابن عساکر نے عتیق بن یعقوب الزبیری
يعقوب الزبيري حدثني	عبد الملک بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن
عبد الملك بن ابي بكر بن محمد	حزم عن ابیہ عن جدہ عن عمرو بن حزم
بن عمرو بن حزم عن ابيه عن	کی سند سے نقل کیا ہے۔
جدہ عمرو بن حزم آه [1]	

علامہ ابن کثیر کے اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ یہ فرمان تاریخ ابن عساکر میں بھی موجود ہے۔ اس کے علاوہ حافظ ذہبی کی یہ تصریح پہلے گذر چکی ہے

---

[1] ج ۵ ص ۳۴۱

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عظیم کے لئے عطیہ کا فرمان لکھوایا تھا۔

واضح رہے کہ اس دور کے مشہور محقق جناب ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے جن کا خاص موضوع عہدِ نبوی اور خلافتِ راشدہ کے حالات کی تحقیق ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تحریری وثائق پر ایک گراں قدر کتاب قلم بند فرمائی ہے، جس کا نام ہے "مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ" جناب موصوف نے اپنی اس کتاب میں یہ التزام کیا ہے کہ وہ اس میں صرف انہی وثائق کو جمع کریں گے جن کے متعلق یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے گی کہ ان کی کتابت عہدِ نبوی میں ہو چکی ہے ورنہ اگر کسی صحابی کے بارے میں صرف اتنی صراحت ملی کہ ان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جاگیر عطا فرمائی تھی مگر کسی روایت میں اس کے بارے میں تحریر کا ذکر نہ ملا تو وہ اس کو اپنی مذکورہ تصنیف میں ذکر نہیں فرمائیں گے اگرچہ یہ بات اپنی جگہ مسلّم ہے کہ عہدِ نبوی میں جو جاگیریں دی جاتی تھیں وہ تحریری وثیقے کی شکل ہی میں دی جاتی تھیں چنانچہ "مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ" کی تیسری اشاعت کے مقدمہ میں ڈاکٹر صاحب کی تصریح ہے:

ومع شوقی الی جمع کل ماانسب من المکتوبات الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانی لم ادون ههنا الا ما ثبت انہ کان مکتوبا وابعدت کل ما لم یصرح المصدر بانہ کان مکتوبا حتی ولو غلب علی ظنی انہ کان کذلک مثلا هناك روایات تثبت الاقطاع ولم تکن الاقطاعات فی عصر النبی صلی اللہ	اور باوجود میرے اس شوق کے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب تمام مکاتیب کو جمع کر دوں، میں نے یہاں صرف انھیں مکاتیب کو جمع کیا ہے جن کے متعلق یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نوشتے ہیں اور جس کے مکتوب ہونے کی صراحت کسی مستند ماخذ میں نہیں ملی اس کے اندراج سے گریز کیا ہے۔ چاہے میرا گمان غالب ہی ہو کہ وہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم الاکتابۃ۔ ومع ذلک	علیہ وسلم کا مکتوب گرامی ہے۔ چنانچہ بہت
لم ادخل فی مجموعتی ھذہ الروایات	سی روایات میں جاگیر عطا کرنے کا تذکرہ موجود
التالیۃ لان المصادر لاتصرح بوجود	ہے اور یہ حقیقت ہے کہ دورِ رسالتمآب
الکتابۃ فیھا۔ [۱]	صلی اللہ علیہ وسلم میں جاگیروں کے وثیقے صرف

تحریری صورت میں ہی ہوتے تھے۔ اس کے باوجود مندرجہ ذیل روایات کو میں نے اپنے اس مجموعے میں جگہ نہیں دی کیونکہ مآخذوں میں ان کی تحریری صورت میں ہونے کی تصریح نہیں ملی۔

غرض اپنے اسی اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ جس وثیقے کا تحریری ثبوت نہ ہو اسے کتاب میں درج نہ کیا جائے۔ ڈاکٹر صاحب نے بارہ وثائق کو اپنی کتاب سے خارج کر دیا ہے۔ ان خارج کردہ وثائق میں نواں نمبر اسی وثیقہ کا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں :

۹۔ عظیم بن الحارث المحاربی	۹۔ وثیقہ عظیم بن الحارث المحاربی جیشمہ
فخ ماء اقطعہ رسول اللہ صلی اللہ	فخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عطا
علیہ وسلم۔ (الاماکن للحازمی	فرمایا تھا۔ (بحوالہ اماکن حازمی)
خطیۃ لآلی باستانبول۔ فصل ۶۴۴	[۲]

معلوم نہیں اس مکتوب کے ضمن میں ڈاکٹر صاحب کو کیا اشتباہ ہوا۔ حالانکہ جزء دیبلی تو ان کے مآخذ و مراجع میں ہے اور دیبلی کے اس جزء کا آغاز اسی وثیقہ سے ہوتا ہے۔ حازمی کی کتاب الامکنہ میں اگر اس وثیقہ کے بارے میں کتابت کی تصریح نہیں تو جزء دیبلی میں تو صاف مذکور ہے۔ ھذا کتاب من محمد رسول اللہ

---

[۱] مقدمہ طبع ثالث ص ۲ [۲] ایضاً

صلی اللہ علیہ وسلم الخ

اسی طرح حافظ ذہبی، حافظ ابن عساکر اور حافظ ابن کثیر کی تصریحات کتابت کے بارے میں موجود ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے "مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ" کی پہلی اشاعت میں تو اس وثیقہ کو سرے سے ذکر ہی نہیں کیا ہے اور تیسری طبعات کے مقدمہ میں اس کا ذکر بھی کیا تو حازمی کی کتاب الأمکنہ کے قلمی نسخے کے حوالے سے حالانکہ "جزء الدیبلی" کا قلمی نسخہ بھی ان کے پیش نظر رہا ہے اور اپنی کتاب میں جابجا اس سے استفادہ بھی کیا ہے

کاتب فرمان حضرت ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ عنہ

ارقم نام، کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ والد کا نام عبد مناف بن اسد قرشی ہے۔ سلسلۂ نسب قبیلہ مخزوم سے ملتا ہے سابقین اوّلین میں سے ہیں، بعض مؤرخین کی رائے کے مطابق ساتویں اور بعض کے قول کے مطابق بارہویں مسلمان ہیں، جب تک مسلمانوں کی تعداد چالیس تک پہنچ گئی ان کے گھر پر مسلمانوں کے خفیہ اجتماعات ہوتے تھے۔ ان کی حویلی "دار الارقم" اور "دار الخیزران" کے نام سے تاریخ میں مشہور رہے۔ یہ مہاجرین اوّلین میں سے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخات کرائی تھی۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "بدر" کے دن انہیں مالِ غنیمت میں سے مزید انعام کے طور پر ایک تلوار عطا فرمائی تھی۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صدقات کے عامل بھی رہے ہیں۔ "ابن سید الناس"، "ابن کثیر" اور دیگر مؤرخین نے انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین میں شمار کیا ہے۔ امام احمد نے ان سے دو حدیثیں روایت کی ہیں۔

ان کا انتقال ۵۵ھ میں مدینہ طیبہ میں ہوا۔ نماز جنازہ ان کی وصیت کے مطابق حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے پڑھائی۔ انتقال کے وقت ان کی عمر اسی سال سے زائد تھی[1]

---

[1] مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۳ ص ۲۴۲، البدایہ والنہایۃ ج ۵ ص ۳۴۱، تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ ص ۲۱۳، الاصابہ، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن الاثیر، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب لابن عبد البر ترجمۃ الارقم بن ابی الارقم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هٰذا كتاب من محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم لعُظيم بن الحارث المحاربي ان له المجمعة من رامس لا يحاقه فيها احد وكتب الارقم۔

حضرت عظیم بن الحارث المحاربی کے نام ایک اور فرمان

یہ تحریر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے عُظیم بن الحارث المحاربی کے حق میں ہے کہ رامس کا چٹیل میدان اور اس کے ریت کے ٹیلے ان کے ہیں اس میں کوئی دوسرا اپنا حق نہ جتائے۔ کاتب ارقم۔

یہ فرمان بھی حضرت عُظیم بن الحارث المحاربی رضی اللہ عنہ کے نام ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ کے حوالہ سے یہ گذر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فخ نامی چشمے کے علاوہ دوسرے مواضع بھی عطا فرمائے تھے۔ اس فرمان کا متن "طبقات ابن سعدؒ" اور "معجم البلدان" دونوں میں موجود ہے۔ علامہ یاقوت الحموی نے "معجم البلدان" میں اسی اسناد کے حوالہ سے جس سے محدث ابوجعفر الدیبلی نے روایت کیا اس کا تذکرہ کیا ہے۔ چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں:

حدثنا عبد الملك بن ابى بكر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابيه عن جده عمرو بن حزم قال: كتب رسول الله صلى الله عليه وسلم "هٰذا كتاب من محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم لعُظيم بن الحارث المحاربى ان له الجمعة من رامس	عبدالملک بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا عمرو بن حزم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب ذیل فرمان تحریر کروایا: یہ تحریر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عُظیم بن الحارث المحاربی کے حق میں ہے کہ رامس کا چٹیل میدان اور اس کے ریت کے ٹیلے

لہ ج-۱ قسم ۲ ص ۲۳

لا یحاقہ احد۔ و کتب الارقم[1] ان کے ہیں اس میں کوئی دوسرا اپنا حق نہ جتائے۔

کاتب ارقم

المجمعۃ بروزن مقعدہ ایسی زمین کو کہا جاتا ہے جو بے آب و گیاہ ہو اور جہاں ریت جمع ہو کر اس کے ٹیلے بن جائیں۔ اس کی جمع "مجامع" آتی ہے۔ واضح رہے کہ جزء دیبلی کے مطبوعہ متن میں "مجمعہ" ہی ہے لیکن "معجم البلدان" میں لفظ "مجمعہ" کا میم غالباً طباعت میں ساقط ہو گیا ہے۔ "مکاتیب الرسول" کے مصنف علی حسین علی احمدی[2] نے اسی کو صحیح سمجھتے ہوئے اس کو ایک موضع کا نام قرار دیا ہے۔ فاضل مستشرق "سخاؤ" اور ادیبن مؤرخ جنہوں نے طبقات ابن سعد کی پہلی جلد کی تحقیق کی ہے۔ انہوں نے طبقات ابن سعد میں اس لفظ کو "نجمہ" لکھا ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے بھی ان کی اتباع کرتے ہوئے "نجمہ" ہی نقل کیا ہے اور پھر اسے اسماء و اعلام کی فہرست میں مستقل نام کی حیثیت سے شمار کیا ہے[3] لیکن ہمارے خیال میں "نجمہ" سرے سے غلط ہے۔ جغرافیہ اور لغت کی کتابوں میں اس مکتوب کے ذیل میں نجمہ نامی کسی موضع کا ذکر نہیں ملتا۔ مجمعہ بھی صحیح نہیں بلکہ موضع کا اصل نام "رامس" ہے اور مجمعہ اس کے میدان کا بیان ہے۔

رامس کتاب کے مطبوعہ نسخے میں "رامس" کا میم ساقط ہو گیا ہے۔ یہ "رمس" سے بصیغہ اسم فاعل ہے۔ علامہ مجد الدین ابن الاثیر الجزری[4]، یاقوت الرومی[5]، ابن منظور الافریقی[6]، مرتضی الزبیدی[7] سب نے "رامس" کے ذیل میں لکھا ہے کہ یہ دیار "محارب" میں ایک جگہ کا نام ہے۔ "علامہ یاقوت الرومی" کی تحقیق اس کے بارے میں درج ذیل ہے:

رامس بالسین المھملۃ موضع فی دیار   رامس سین مہملہ کے ساتھ دیار محارب میں

---

[1] دیکھئے باب رامس۔ [2] ج ۲ ص ۴۵۸۔ [3] وثیقہ نمبر ۲۰۱۔ [4] النھایہ مادہ رمس
[5] معجم البلدان باب رامس۔ [6] لسان العرب مادہ رمس۔ [7] تاج العروس مادہ رمس

محارب، ورامس فاعل من ایک موضع ہے۔ رامس رمس کا اسم فاعل
الرمس وھو التراب تحملہ الریح ہے۔ رمس وہ مٹی ہے جسے ہوا اڑا کر لیجائے
فترمس بہ الآثار ای تعفوھا الخ اور پھر اس کے ذریعے آثار مٹا دے۔

فاضل مستشرق "سخاؤ" اور مورخ نے "طبقات ابن سعد" کی تحقیق میں اس فرمانِ نبوی کا متن یہ نقل کیا ہے

وکتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعاصم بن الحارث الحارثی
ان لہ نجمۃ من راکس لا یحاقہ فیہا احد۔

یعنی (۱) "عظیم بن الحارث" کو "عاصم بن الحارث" پڑھا۔
(۲) "محاربی" کو "حارثی" بنا دیا
(۳) "الجعۃ" کو "نجمۃ" سمجھا اور
(۴) "رامس" کو "راکس" تحریر کیا۔

اس پر ستم یہ کہ فاضل مستشرق کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے بعد کے آنے والے محققین "گیٹانی" "اسپرنگر" اور ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے بھی اسے جوں کا توں نقل کر دیا۔ پھر مزید اضافہ یہ کیا ہے کہ حضرت "عظیم بن الحارث محاربی" کو بلا کسی دلیل کے "بلحارث" کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کو فاضل مستشرق "سخاؤ" کی تحقیق پر جو غیر متزلزل اعتماد ہے اس کا عالم یہ ہے کہ اپنی کتاب کے تیسرے ایڈیشن میں جبکہ موصوف کو حافظ حازمی کی کتاب الامکنہ "کا قلمی نسخہ استنبول کے کتب خانہ" لالہ لی" میں مل چکا ہے اور اس میں حدیث کا اصل متن بھی صحیح طور پر مذکور ہے یہ تردد بحالہٖ قائم ہے کہ حافظ حازمی کی تحقیق صحیح ہے یا مسٹر سخاؤ کی[1]

لا یحاقہٗ فیہا احد کتاب کے مطبوعہ نسخے میں اکثر جگہ لا یحاقہ کو لا یخافہ لکھا گیا ہے جو درست نہیں۔ اصل لفظ لا یحاقہ ہے۔

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ۔ وثیقہ ۸۸ طبع ثالث

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ھٰذا کتاب من محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

لحصین بن نضلۃ الأسدی أن لہ ترمد وکتیفۃ لا یحاقہ فیھما

أحد. وکتب المغیرۃ

حضرت حصین بن نضلہ الاسدی کے نام

یہ تحریر ہے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے حصین بن نضلہ الاسدی کے حق میں کہ "ترمد" اور "کتیفہ" ان کے ہیں ان میں کوئی دوسرا اپنا حق نہ جتائے۔

کاتب مغیرہ۔

یہ بہت متداول مکتوب ہے جس کا تذکرہ احادیث اور تاریخ کی متعدد کتابوں میں موجود ہے جن میں سے حسب ذیل کتابیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں:

۱۔ ابن سعد، "الطبقات الکبریٰ"[۱] ۲۔ یاقوت رومی، "معجم البلدان"[۲]

۳۔ ابن الاثیر، "اسد الغابہ"[۳] ۴۔ ابن حجر "الاصابہ"[۴]

۵۔ علی المتقی، "کنز العمال"[۵]

البتہ ان حضرات کے ذکر کردہ نصوص میں معمولی سا اختلاف ہے جس کو آگے حسب موقع بیان کیا جائے گا۔

حضرت حصین بن نضلہ الاسدی رضی اللہ عنہ

حضرت حصین بن نضلہ الاسدی رضی اللہ عنہ کا مفصل تذکرہ کتب تراجم میں نہیں ملتا۔ علامہ ابن عبد البر کی کتاب

۱؎ ج ۱ ق ۲ ص ۲۶۔ ۲؎ باب ترمد۔ ۳؎ باب حصین۔ ۴؎ باب حصین۔ ۵؎ ج ۵ ص ۳۱۷

"الاستیعاب" بھی ان کے ذکر سے خالی ہے۔ البتہ حافظ عزالدین ابن الاثیر نے حافظ ابن مندہ اور حافظ ابونعیم کے حوالے سے اپنی کتاب اسد الغابہ میں ان کا مختصر سا تذکرہ لکھا ہے جو درج ذیل ہے۔

حصین بن نضلۃ الاسدی کتب له النبی صلی اللہ علیه وسلم کتابًا رواہ ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابیه عن جدّہ عمرو بن حزم ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کتب لحصین بن نضلۃ الاسدی ان له ثریرًا وکنیفًا (کذا) لا یحاقه فیهما احد[1] وکتب المغیرۃ. اخرجه ابن مندہ وابونعیم	حصین بن نضلہ الاسدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں ایک فرمان لکھا تھا جس کو ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت حصین بن نضلہ الاسدی کے حق میں یہ فرمان لکھا تھا کہ "ثریر وکنیف" ان کے ہیں، اس میں کوئی دوسرا ان کا حق نہ جتائے۔ کاتب مغیرہ

حافظ ابن حجر نے بھی الاصابہ میں ان کے تذکرہ میں اسی متن کے نقل پر اکتفا کیا ہے البتہ ابن مندہ کی اس تصریح کا مزید اضافہ کیا ہے کہ

قال ابن مندۃ لا یعرف إلّا من هٰذا الوجه۔[2]	ابن مندہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث صرف اسی طریق سے پہچانی جاتی ہے۔

الأسدی قبیلہ اسد کی طرف نسبت ہے اسد کے نام سے بہت سے قبائل کا ذکر کتب انساب میں موجود ہے ان میں سے بعض "اسد بن عزّیٰ" بعض "اسد بن خزیمہ" بعض "اسد بن ربیعہ" اور بعض "اسد بن دودان" کی طرف منسوب ہیں[3]

[1] باب حصین۔ [2] باب حصین۔ [3] اللباب لابن الاثیر نسبت الاسدی۔

یہ متعین نہیں ہو سکا کہ حضرت "حصین بن نضلہ الاسدی" رضی اللہ عنہ ان میں سے کس قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔

ترمد ترمد بفتح تاء و سکونِ راء و ضم میم، کتاب کے مطبوعہ نسخے میں ذال کے ساتھ چھپ گیا ہے جو صحیح نہیں ہے اصل لفظ "ترمد" بدال مہملہ ہے۔ علامہ مجدالدین ابن الاثیر، علامہ یاقوت رومی، علامہ ابن منظور افریقی[1]، علامہ محمد طاہر پٹنی[2] اور علامہ مرتضیٰ زبیدی[3] سب کی بالاتفاق یہ رائے ہے کہ یہ بلاد بنی اسد میں ایک جگہ ہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حصین بن نضلہ الاسدی کو عطا فرمائی تھی ابن الاثیر، ابن منظور اور زبیدی نے "ترمد" کے ذیل میں لکھا ہے کہ بعض نے اسے "ثرمداء" ثاء مثلثہ اور الف ممدودہ کے ساتھ بھی کہا ہے۔ لیکن علامہ یاقوت نے معجم البلدان میں اس کی تردید کرتے ہوئے واضح طور پر لکھا ہے کہ "ترمد" اور "ثرمدا" دونوں الگ الگ مقامات کے نام ہیں، "ترمد" بلادِ "بنی اسد" میں ہے۔ جبکہ "ثرمداء" نامی دو مواضع ہیں ایک بلادِ بنی سعد میں ایک چشمے کا نام ہے اور دوسرا یمامہ میں ہے[4]

کُتیفہ تصغیر کے ساتھ ہے۔ علامہ یاقوت نے اس کے بارے میں دو رائیں نقل کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ اس پہاڑ کا نام ہے جو "مبھل" کے فراز میں ہے۔ "مبھل" عبداللہ بن غطفان کی وادی کا نام ہے دوسرے یہ کہ یہ دیارِ عمرو بن کلاب کے ایک چشمے کا نام ہے[5]

واضح رہے کہ لفظ "ترمد" اور "کتیفہ" کی طباعت میں موجودہ کتابوں میں بڑی تحریف ہو گئی ہے۔ چنانچہ "اسد الغابہ" میں "ترمد" اور "کتیفہ" کے بجائے "ثریّا وکنیفا"

---

[1] لسان العرب مادہ ترمد۔ [2] مجمع بحار الانوار مادہ ترمد [3] تاج العروس مادہ ترمد
[4] دیکھئے باب ترمد [5] باب کتیفہ۔

طبع ہوا ہے اور الاصابہ میں "مربدًا و کنفاً" چھپ گیا ہے لیکن فاضل مستشرق

اور جین منوخ EDUARD SACHAU اور اڈورڈ شخاو EUGEN MITTWOCH

نے "ترمد کو ارامًا" اور "کنیفہ" کو "کستة" نقل کیا ہے[1]

نسخوں کے ان اختلافات کی بنا پر صاحب "مکاتیب الرسول" بھی ان لفظوں

کے ضبط کرنے میں کوئی واضح موقف اختیار نہ کر سکے چنانچہ اپنی کتاب کے متن میں تو

انہوں نے ابن الاثیر کی رائے کو ترجیح دیتے ہوئے ترمدًا و کنیفاً تحریر کیا ہے لیکن جب

ان مقامات کی نشان دہی کرنے لگے تو پریشانی شامل حال رہی اور بالآخر کسی فیصلے پر

نہ پہنچ سکے[2]

یہاں ایک شبہ کا ازالہ ضروری ہے وہ یہ کہ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے اس فرمان کے

ذیل میں حافظ ابن حجر کے حوالے سے ابن الکلبی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "حصین بن نضلہ الاسدی"

کا انتقال قبل اسلام ہو چکا تھا[3] یہ رائے غلط فہمی پر مبنی ہے۔ ابن الکلبی نے جس "حصین بن نضلہ"

کے بارے میں کہا ہے کہ وہ قبل اسلام مر چکا تھا وہ حصین بن نضلہ بن زید ہے جو

قبیلہ "خزاعہ" سے تھا۔ حضرت حصین بن نضلۃ الاسدی رضی اللہ عنہ جن کے نام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے یہ صحابی ہیں اور ان کا تعلق قبیلۂ اسد سے ہے

حضرت مغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ عنہ

ان کا نام مغیرہ ہے اور کنیتیں تین، ابوعبداللہ، ابومحمد اور ابوعیسٰی۔ مؤخر الذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تجویز فرمائی تھی

سلسلۂ نسب یہ ہے:۔

مغیرۃ بن شعبۃ بن ابی عامر بن مسعود بن ابی معتب بن مالک بن

منصور بن عکرمۃ بن خصفۃ بن قیس بن عیلان بن مضر بن نزار بن معد

بن عدنان۔

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ق ۲ ص ۲۶ [2] مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر ۲۰۴

[3] ج ۲ ص ۶۲۴

جس سال غزوۂ خندق ہوا اس سال یہ اسلام لائے۔ حدیبیہ اور دیگر تمام غزوات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے، انہیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ ان کا شمار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی خادموں میں ہوتا ہے۔ آپ کے اسلحہ کی نگہداشت بھی ان کے ذمہ تھی۔ حدیبیہ کے موقع پر یہ تلوار لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ میں پہرہ دے رہے تھے۔ انتہائی ذکی، ذہین اور فہم و فراست کے حامل تھے۔ ان کی ذہانت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کو عرب کے مشہور دہاۃ میں شمار کیا جاتا ہے۔ حافظ ابن حجر نے قبیصہ بن جابر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر کسی شہر کے آٹھ دروازے ہوں اور ہر دروازے سے تدبیر کئے بغیر نہ نکلا جا سکتا ہو تو یہ اپنی ذہانت سے ہر دروازے سے نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

ابن عساکر، ابن کثیر، ابن سید الناس، ابن حدیدہ الانصاری اور دیگر مؤرخین نے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین میں شمار کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر رقمطراز ہیں

وقد روی ابن عساکر بسندہ عن عتیق بن یعقوب باسنادہ المتقدم غیر مرۃ ان المغیرۃ بن شعبۃ ھو الذی کتب اقطاع حصین بن نضلۃ الاسدی الذی اقطعہ ایاہ رسول اللہ صلی اللہ بامرہ۔[1]	ابن عساکر نے اپنی سند سے عتیق بن یعقوب سے اس سند کے ساتھ روایت کرتے ہوئے جو متعدد مرتبہ گزر چکی ہے، نقل کیا ہے کہ مغیرہ بن شعبہ وہ صحابی ہیں جنہوں نے حصین بن نضلہ الاسدی کی جاگیر کے اس وثیقہ کو لکھا تھا جو ان کو بطورِ خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حکم سے عطا کیا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں انہیں بصرہ کا حاکم مقرر فرمایا تھا یہ ایک مدت تک وہاں رہے پھر ان کو وہاں سے منتقل کر کے کوفہ بھیج دیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے تو اس وقت بھی یہ کوفہ کے حاکم تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

---

[1] البدایۃ والنہایہ ج ۵ ص ۳۵۵

نے کچھ عرصہ انہیں اس عہدہ پر باقی رکھا پھر معزول کر دیا۔

جنگ یمامہ، جنگِ یرموک، جنگِ قادسیہ، فتح شام اور فتح نہاوند میں شریک تھے جنگِ یرموک میں ان کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی تھی۔ حضرت معاویہؓ کے عہد میں یہ ایک مرتبہ پھر کوفہ کے گورنر مقرر ہو گئے۔ اور اسی گورنری کے دوران ان کا انتقال ہو گیا۔

سنہ وفات میں مختلف اقوال ہیں۔ اکثریت کی رائے یہ ہے کہ ان کا ۵۰ھ میں انتقال ہوا[1]

---

[1] مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو اسد الغابہ، الاصابہ، تذکرہ مغیرہ، الطبقات الکبریٰ ج ۶ ص ۲۸۴۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۵ ص ۳۳۷، المصباح المضیئ ج ۱ ص ۲۳۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ھٰذا کتاب من محمد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) لبنی جعال بن ربیعۃ بن زید الجذامیین إن لھم ارم لا یحلھا علیھم أحد أن یغلبھم علیھا ولا یحاقھم فیھا فمن حاقھم فلا حق لہ وحقھم حق۔ وکتب الارقم

بنو جعال بن ربیعہ کے نام

یہ تحریر ہے محمد نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے "بنو جعال بن ربیعہ بن زید الجذامیین" کے حق میں کہ "ارم" ان کا ہے۔ کوئی شخص ان کی خلاف مرضی وہاں اتر کر اس پر قبضہ کر کے ان پر دباؤ نہیں ڈال سکتا، اور نہ اس کے بارے میں اپنا حق جتا سکتا ہے۔ جو حق جتائے گا اس کا حق نہیں ہوگا، اصل حق انہیں کا ہے۔

(کاتب ارقم)

بنو جعال بن ربیعہ | کتاب کے مطبوعہ نسخے میں "جفال" فا کے ساتھ غلط چھپ گیا ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے بھی جفال ہی نقل کیا ہے[۱] اصل لفظ جعال عین مہملہ کے ساتھ ہے۔ علامہ یاقوت[۲]، ابن الاثیر[۳] ابن منظور[۴] اور زبیدی[۵] سب نے بالاتفاق عین کے ساتھ ہی نقل کیا ہے۔ چنانچہ علامہ یاقوت رومی "ارم" کے ذیل میں رقمطراز ہیں:

وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد کتب — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جعال بن ربیعہ

---

۱ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ۔ وثیقہ نمبر ۱۷۶ ۲ معجم البلدان باب ارم
۳ النہایہ مادہ ارم۔ ۴ لسان العرب۔ مادہ ارم۔ ۵ تاج العروس۔ مادہ ارم

لجعال بن ربيعة بن زيد الجذاميين أن لهم إرم لا يحلها احد عليهم لغلبهم عليها ولا يحاقهم فمن حاقه فلاحق له وحقهم حق[عه]	بن زید الجذامیین کے حق میں لکھا تھا کہ "ارم" ان کا ہے الخ

بنو جعال کے متعلق کتبِ انساب میں تفصیلات نہیں ملتیں۔ علامہ ابن درید المتوفی ۳۲۱ھ نے "الجمہرہ" میں صرف اتنا لکھا ہے

ان جعال حي من العرب[1]	جعال عرب کا ایک قبیلہ ہے۔

بنو جعال کا خاندان جس قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے وہ "جذام" ہے "جذام" جیم کے پیش اور ذال معجمہ کے زیر کے ساتھ ہے۔ جذام کے نام سے یمن کے دو قبیلے معروف ہیں۔ یہ دونوں قبیلے بعد میں شام میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔

علامہ سمعانی نے "الأنساب" میں لکھا ہے کہ قبیلہ کا مورثِ اعلیٰ جذام جس کی طرف یہ قبیلہ منسوب ہے اس کا اصل نام "صدف بن شوال بن عمرو بن دعی بن حضرموت" تھا۔[2]

علامہ زبیدی "جذام" کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ یہ یمن کا ایک قبیلہ ہے جو "وادی القریٰ" کے عقب میں "جبالِ حسمیٰ" میں سکونت پذیر تھا۔ زبیدی نے جذام کے بارے میں یہ بھی تصریح کی ہے کہ جذام، عمرو بن عدی بن الحارث بن مرہ کا لقب ہے[3] چونکہ "ارم" بھی جبال حسمیٰ میں ہے اس لئے قرینِ قیاس یہی ہے کہ مکتوبِ نبوی میں عمرو بن عدی کا قبیلہ مراد ہے۔

اِرَم ہمزہ کے زیر اور واو کے زبر کے ساتھ یہ دیارِ جذام میں حسمیٰ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کا نام ہے یہ پہاڑ ایلہ اور تیہ بنی اسرائیل کے درمیان واقع ہے اور بہت اونچا ہے[4]

---

[1] ج ۲ ص ۱۰۱۔ [2] نسبت جذامی۔ [3] تاج العروس مادہ جزم۔ [4] معجم البلدان باب ارم

[عه] معجم البلدان کے مطبوعہ نسخہ میں اسی طرح ہے۔ مگر ہم نے متن کے جو الفاظ نقل کئے ہیں وہی صحیح ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هٰذا ما أعطى محمد رسول اللّٰہ (صلی اللّٰہ علیہ وسلم) بنی الأحب أعطاهم قالسًا - وکتب الارقم

بنی الأحب کے نام

یہ وہ عطیہ ہے جو محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے "بنی الاحب" کو دیا آپ نے ان کو قالس عطا کیا۔ کاتب ارقم

بنو الأحب جزء دیبلی کے مطبوعہ نسخہ میں " اجب " جیم کے ساتھ تحریر ہے۔ اصل لفظ " أحب " حاء کے ساتھ ہے۔ لغت اور جغرافیہ کی کتابوں میں جہاں بھی اس فرمان کے متن کو نقل کیا گیا ہے۔ مکتوب الیہ کا نام "بنو الأحب" حاء کے ساتھ ہی تحریر ہے۔ علامہ "یاقوت رومی" مکتوب کے متن کو حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے "قالس" کے باب میں لکھتے ہیں۔

قالس موضع اقطعه النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بنی الأحب من عذرة قال عمرو بن حزم و کتب لهم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بذلك كتابًا نسخته بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم هذا ما اعطى محمد رسول اللّٰہ (صلی اللّٰہ علیہ وسلم) بنی الأحب أعطاهم قالسًا و کتب الأرقم[1]

قالس وہ موضع ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو الاحب کو جو قبیلہ عذرہ سے تعلق رکھتے ہیں بطور جاگیر عنایت فرمایا تھا۔ عمرو بن حزم کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلے میں ان کیلئے فرمان بھی لکھا تھا جس کا متن یہ ہے: بسم اللہ الرحمن الرحیم الخ

[1] معجم البلدان۔ باب قالس

علامہ یاقوت رومی[1]، مجدالدین فیروزآبادی[2]، مرتضیٰ زبیدی[3]، اور دیگر علماء نے تصریح کی ہے کہ "بنوالأحب" کا سلسلۂ نسب قبیلہ عذرہ سے ملتا ہے، "عذرہ" عرب کا مشہور قبیلہ ہے جو قحطان کی مشہور شاخ "قضاعہ" سے تعلق رکھتا ہے، علامہ "قلقشندی" "بنو عذرہ" کا نسب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بنو عذرة بطن من كلب من قضاعة من القحطانية وهم بنو عذرة بن زيد اللات بن رفيدة بن ثور بن كلب[4]۔

قالس ق سے ہے اور لام پر زیر ہے۔ جرمن دیبلی میں "حالسًا" غلطی سے طبع ہوگیا ہے۔ نہایہ، معجم البلدان، القاموس، تاج العروس اور مجمع البحار سب کتابوں میں ق کے ساتھ ہی مذکور ہے اور تصریح ہے کہ یہ وہ موضع ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوالاحب کو بطور جاگیر عطا فرمایا تھا۔

فاضل مستشرق "منوخ" اور "سخاؤ" "طبقات ابن سعد" کی تحقیق کے وقت اس مکتوب کے متن کو صحیح نہ پڑھ سکے انہوں نے مکتوب کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:

وكتب رسول الله صلى الله عليه وسلم للأجب رجل من بني سليم انه اعطاه فالسًا وكتب الارقم۔

ہم نے مانا "قالس" میں قاف کا نقطہ گر گیا تھا "فالس" ہوگیا "بنوالأحب" سے لفظ "بنی" کا ساقط ہوجانا اور پھر اس کو "للاجب" پڑھ لینا یہ بھی سمجھ میں آتا ہے لیکن "رجل من بنی سلیم" تک ذہن کی رسائی معلوم نہیں کن الفاظ کی اصلاح پر مبنی ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے اپنی کتاب میں "منوخ" اور "سخاؤ" کی تحریف کو

---

[1] معجم البلدان باب قالس۔ [2] القاموس مادہ قالس۔ [3] تاج العروس مادہ قالس
[4] نہایۃ الارب ص ۳۵۹

اپنا عنوان قرار دیکر "طبقات ابن سعد" کے حوالے سے اسی محرّف متن کو نقل کردیا ہے، اور اسی کو اصل قرار دیا ہے۔ بعد میں "حازمی" کی کتاب الأمکنہ" کے حوالہ سے ذیلی طور پر اصل متن بھی درج کردیا ہے۔[1] لیکن تعجب ہے کہ اصل متن مل جانے کے باوجود ان کو مستشرقین کی تحریفات پر تنبہ نہ ہوا۔

مستشرقین کی تحریفات نے صاحب "مکاتیب الرسول" کو اس درجہ پریشان کیا کہ ان کو یہ احتمال ہونے لگا کہ شاید یہ دو الگ الگ مکتوب ہیں۔[2] حالانکہ "فالس" نامی کسی موضع کا عرب کے جغرافیہ میں نام نہیں ملتا۔ اور نہ علم الانساب کی کتابوں میں بنو سلیم کا بنو عذرہ سے کوئی جوڑ ہے۔ بنو عذرہ قحطانی ہیں اور بنو سلیم عدنانی۔

---

[1] مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ وثیقۃ نمبر ۲۱۲
[2] ج ۱ ص ۲۵۰

(۶)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ھٰذا ما اعطی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
راشد بن عبد ربہ السلمی اعطاہ غلوتین بسھم وغلوۃ بحجر
برھاط فمن حاقہ فلاحق لہ وحقہ حق۔
وکتب خالد بن سعید

حضرت راشد بن عبد رب سلمیؓ کے نام

یہ وہ عطیہ ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے راشد بن عبد رب السلمی کو دیا۔ آپ نے ان کو موضع رھاط میں دو تیر کی زد کے بقدر (طول میں) اور ایک پتھر کی زد کے بقدر (عرض میں) زمین عطا فرمائی پس جو شخص بھی اس میں اپنا حق جتائے گا اس کا حق تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ اور اصل حق انہیں کا ہے۔

کاتب خالد بن سعید

حضرت راشد بن عبد رب السلمیؓ جنہیں زمین کا یہ ٹکڑا عطا کیا گیا ہے، مشہور صحابی ہیں۔ ان کا تذکرہ تراجم صحابہؓ کی عام کتابوں میں موجود ہے امام مسلمؒ نے ان کو صحابہؓ میں شمار کیا ہے۔ ان کا اصل نام غاوی بن ظالم تھا ۸ھ ہجری میں جس سال مکہ معظمہ فتح ہوا ان کے قبیلہ بنی سلیم کا وفد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو یہ بھی شریک وفد تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب ان کو شرفِ باریابی حاصل ہوا تو آپ نے ان سے ان کا نام دریافت کیا۔ عرض کیا غاوی بن ظالم۔ غاوی کے معنی عربی زبان میں گمراہ اور شریر کے آتے ہیں آپؐ نے ارشاد فرمایا تم تو راشد بن عبد ربہ ہو[1] چنانچہ اس دن سے ان کا یہی نام پڑگیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمان ان کے حق میں تحریر کروایا اس میں بھی یہی نام مذکور ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ تھی کہ ناپسندیدہ ناموں کو آپ تبدیل فرمادیا کرتے تھے۔

بنو سلیم کا ایک مشہور بت تھا "سُوَاع" یہ زمانۂ جاہلیت میں اس کے پجاری تھے۔ ایک مرتبہ یہ بت خانہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کیا دیکھتے ہیں اچانک دو لومڑیاں اندر گھس آئیں اور آتے ہی اپنی ٹانگیں اٹھا کر مورتی کے سر پر موتنا شروع کردیا انہیں فوراً تنبہ ہوا کہ جو بت اتنے بے بس ہوں کہ اپنے سر پر لومڑی کو بھی پیشاب کرنے سے نہ روک سکیں وہ دوسروں کی حاجت روائی کیا کرسکیں گے۔ اس خیال نے فوراً شعر کا قالب اختیار کرلیا اور زبان سے برجستہ جاری ہوا:

اربٌ یبول الثعلبان برأسہ ۔۔۔ لقد ذلّ من بالت علیہ الثعالب

کیا وہ ذات رب ہوسکتی ہے جس کے سر پر دو لومڑیاں پیشاب کریں، بلاشبہ وہ ذلیل ہوا جس پر لومڑیوں نے پیشاب کیا[2]۔ اس کے بعد "سواع" کی مورتی کو توڑ دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوگئے۔ فتح مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ اس موقع پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اشارے سے مکہ کے تمام بت

---

[1] بعض روایتوں میں راشد بن عبد ربہ یا راشد بن عبداللہ بھی آتا ہے۔

[2] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۰۸

منہ کے بل زمین پر آ رہے تو حضرت راشد بن عبد رب رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے :

قالت ھلمّ الی الحدیث فقلت لا   یأبی علیک اللہ والاسلام

یوماً شھدت محمّداً وقبیلہ   بالفتح حین تکسر الاصنام

لرأیت نور اللہ اضحٰی ساطعًا   والشرک یغشی وجھہ الاظلام[1]

۱۔ محبوبہ نے کہا آؤ مل کر باتیں کریں۔ میں نے کہا نہیں، اب تو اللہ اور اسلام تمہارے پاس آنے سے منع کرتے ہیں،

۲۔ اگر تو فتح مکہ کے موقع پر جبکہ بتوں کو توڑا جا رہا تھا حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے قبیلہ کو دیکھتی،

۳۔ تو دیکھتی اللہ کا نور تاباں و درخشاں ہے اور شرک کے چہرے پر سیاہی چھائی جا رہی ہے۔

حضرت راشد رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے علاوہ غزوۂ طائف اور حنین میں بھی شریک رہے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ان کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا

خیر قری عربیّۃ خیبر   عرب کی بستیوں میں بہترین بستی خیبر کی ہے

وخیر بنی سلیم راشد[2]   اور بنی سلیم میں بہترین شخص راشد ہیں۔

علامہ ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ میں بنو سلیم کے وفد کی آمد کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ بنو سلیم کا وفد فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، یہ نو سو افراد پر مشتمل تھا۔ بعض نے ایک ہزار تعداد بیان کی ہے۔ وفد کے قابلِ ذکر افراد میں حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ، حضرت انس بن عیاض رضی اللہ عنہ اور حضرت راشد بن عبد رب السلمی رضی اللہ عنہ تھے[3]

---

[1] اسد الغابہ۔ تذکرہ راشد بن عبد ربہ۔ [2][3] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۰۸

السُّلمی مطبوعہ نسخہ میں سلامی غلط چھپا ہے اصل لفظ سُلمی بضم سین مہملہ و فتحِ لام ہے۔ یہ بنو سلیم کی طرف منسوب ہے، جو قیس عیلان کا بہت بڑا قبیلہ ہے بنو سلیم کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: سلیم بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس عیلان بن مضر[1] علامہ قلقشندی نے العبر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ان کے مکانات نجد کے بالائی حصہ میں خیبر کے قریب تھے۔[2]

غلوۃ لغت میں اس فاصلہ کا نام ہے جہاں تیر جا کر گرے۔ یعنی ایک تیر کی زد پر جتنی زمین آتی ہے وہ "غلوہ" کہلاتی ہے۔ علامہ ابن الاثیر نہایہ میں لکھتے ہیں:

الغلوۃ قدر رمیۃ بسھم[3] غلوہ اس مقدار کا نام ہے جو تیر کی زد میں ہو

امام محمد بن شجاع ثلجی نے جو مشہور فقہاءِ حنفیہ میں سے ہیں، کتاب الخراج میں تصریح کی ہے کہ غلوہ کی مقدار کا فاصلہ تین سو ہاتھ سے لیکر چار سو ہاتھ ہے۔ اور لیث کا بیان ہے کہ ایک فرسنگ پچیس غلوہ کا ہوتا ہے۔[4]

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کا رجحان یہ ہے کہ "غلوتین بسھم" سے مراد زمین کا طول اور غلوۃ بحجر سے مراد اس کا عرض ہے۔ ہماری رائے میں یہ بات قرین قیاس ہے اس لئے ہم نے ترجمہ میں بین القوسین طول و عرض کا اضافہ کر دیا ہے اگرچہ اس کا بھی امکان ہے کہ دونوں سے مراد صرف زمین کی لمبائی ہو اور چوڑائی کو حسب سابق رہنے دیا گیا ہو اور اس صورت میں زمین کی لمبائی ایک پتھر کی زد کے بقدر اور بڑھ جائے گی۔ واللہ اعلم۔

سھم سہم کے معنی تیر کے ہیں جزء دیبلی میں غلطی سے سہم کے بجائے سجن طبع ہو گیا ہے۔

رھاط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت راشد بن عبد رب السلمی رضی اللہ عنہ کو جو زمین عطا فرمائی تھی وہ مقام رھاط میں تھی۔ رھاط سرزمینِ حجاز میں واقع ہے۔ علامہ ابن درید الجمہرہ میں لکھتے ہیں

رھاط موضع بالحجاز[5] رھاط حجاز میں ایک جگہ کا نام ہے۔

---

[1] اللباب ج ۱ ص۵۵۳ ص۵۵۴ [2] نہایۃ الارب قلقشندی ص۲۹۵
[3] نہایۃ ج ۳ ص۱۹۰ [4] المغرب للمطرزی ص ج ۲ [5] جمہرۃ اللغۃ لابن درید ج۲ ص۳۶

علامہ یاقوت حموی اور زبیدی نے اس کا جائے وقوع مکہ مکرمہ سے تین میل کی مسافت پر بتایا ہے۔ زبیدی نے بعض علماء کا یہ بیان بھی نقل کیا ہے کہ رھاط بلادِ ھذیل میں کسی موضع کا نام بھی ہے۔ یاقوت نے عوام کے حوالہ سے یہ تفصیل بھی بیان کی ہے کہ رھاط مکہ معظمہ کے قریب مدینہ کے راستہ پر واقع ہے اور یہ اس وادی میں ہے جسے غران کہا جاتا ہے۔ وادی رھاط سے متصل ہی حدیبیہ ہے۔

اس فرمانِ نبوی کا متن طبقات ابن سعد اور البدایہ والنہایہ[1] دونوں میں موجود ہے۔

حضرت خالد بن سعید بن العاص

خالد نام، کنیت ابوسعید۔

سلسلۂ نسب یہ ہے:

"خالد بن سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی القرشی الاموی"۔ قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ اسلام لانے والوں میں تیسرا یا چوتھا نمبر تھا بعثتِ نبوی کے وقت انھوں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ آگ کا گڑھا ہے اور یہ اس کے دھانے پر کھڑے ہیں اور ان کے والد ان کو اس گڑھے میں دھکیلنا چاہتے ہیں۔ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمودار ہوتے ہیں اور ان کو کمر سے پکڑ کر روک لیتے ہیں۔ یہ خواب دیکھ کر سخت متوحش ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس کا تذکرہ کیا، انہوں نے تعبیر دی کہ یہ اسلام لانے کی طرف اشارہ ہے لہٰذا وہ جلد سے جلد مشرف باسلام ہو جائیں۔ چنانچہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لے آئے مسلمان ہونے کے بعد انھیں اپنے والد اور دوسرے اعزّہ کے ہاتھوں سخت اذیتیں اٹھانی پڑیں اور جب ایذا رسانی

---

[1] ج ۵۔ ص ۳۴۳

کا سلسلہ بڑھتا ہی چلا گیا تو حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے وہاں طویل عرصہ تک قیام رہا۔ حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں ولی الامر یہی تھے۔

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالےٰ عنہ غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے جس کا ان کو بڑا قلق تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دی اور فرمایا

اما ترضی یاخالد ان یکون للناس ھجرۃ ولکم ھجرتان ثنتان [1]	خالد! کیا تم کو یہ بات پسند نہیں کہ لوگوں کے لئے ایک ہجرت ہو اور تمہارے لئے دو ہجرتیں

فتح مکہ، غزوۂ حُنین وطائف وتبوک اور دیگر غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے آپ نے ان کو یمن میں صدقات کا عامل بنا کر بھیجا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت یہ یمن ہی میں تھے وفات کی خبر سنتے ہی فوراً واپس ہوئے، حضرت ابوبکرؓ نے دوبارہ عامل بنا کر واپس بھیجنا چاہا لیکن یہ رضامند نہیں ہوئے۔ ابن سعد، ابن حزم، ابن سید الناس، ابن کثیر اور دیگر مؤرخین نے ان کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کاتبین میں شمار کیا ہے۔ ابن سعد رقمطراز ہیں :

وکان یکتب لہ وھو الذی کتب کتاب اھل الطائف لوفد ثقیف۔ [2]	یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے وفد ثقیف کی آمد کے موقع پر اہل طائف کو جو تحریر لکھوائی گئی تھی اس کے کاتب یہی تھے۔

اسی طرح حافظ ابن کثیر "کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کے زیر عنوان حزم الدیلی کی اسی روایت کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :

قال عتیق بن یعقوب حدثنی عبد الملک بن ابی بکر عن ابیہ عن جدہ عن عمرو بن حزم	عتیق بن یعقوب روایت کرتے ہیں کہ عبدالملک بن ابی بکر نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے اور انہوں نے

[1] طبقات ابن سعد ج ۴ ق ۱، ص ۲ [2] طبقات ابن سعد ج ۴ ق ۱ ص ۶۶

یعنی ان خالد بن سعید کتب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتابا الخ [1]	حضرت عمرو بن حزم کے حوالہ سے مجھے یہ بتایا کہ خالد بن سعید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مکتوب گرامی تحریر کیا تھا۔

حضرت ابوبکر کے عہد خلافت میں یہ شام میں مختلف غزوات میں شریک رہے ہیں۔ انہوں نے میدانِ جنگ میں جامِ شہادت نوش کیا۔ اس میں اختلاف ہے، کہ یہ کس جنگ میں شہید ہوئے بعض مرج الصفر بتاتے ہیں اور بعض اجنادین [2]۔

---

[1] البدایۃ والنہایۃ ج ۵ ص ۳۴۳ [2] مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو الطبقات الکبریٰ ج ۴ ق ۱ ص ۶۹ ، الاستیعاب بحاشیہ اصابہ ج ۱ ص ۳۹۹ الاصابہ ، اسد الغابہ البدایۃ والنہایۃ ج ۵ ص ۳۴۳ المصباح المضیئی ج ۱ ص ۱۰۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ھٰذا ما اعطی محمدٌ النبیّ رسول اللہ ۔ صلی اللہ علیہ وسلم
عوسجۃ بن حرملۃ الجھنی
من ذی المروۃ وما بین بلکثۃ الی الظبیۃ الجعلات الی الجبل
القبلیۃ لا یحاقہ فیھا احد فمن حاقہ فلاحق لہ وحقہ حق
وکتب العلاء بن عقبۃ ۔

حضرت عوسجہ بن حرملہ الجہنی کے نام

یہ وہ عطیہ ہے جو محمد نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عوسجہ بن حرملہ جہنی کو دیا "ذی المروہ" اور "بلکثہ" کے درمیان سے لے کر "ظبیہ"، "جعلات" اور "جبل قبلیہ" تک ان کا ہے اس میں ان کے خلاف کوئی اپنا حق نہیں جتائے گا۔ جو حق جتائے اس کا حق نہیں اور حق انھیں کا ہے۔

کاتب علاء بن عقبۃ

جزء دیبلی کے علاوہ طبقات ابن سعد[1]، معجم البلدان[2]، البدایۃ والنہایہ[3]، الاماکن للحازمی[4] اور وفاء الوفاء[5] میں مکتوب کا مکمل متن موجود ہے۔ البتہ الفاظ میں معمولی اختلاف ہے جس کی ہم وضاحت کرتے جائیں گے۔

حضرت عوسجہ بن حرملہ رضی اللہ عنہ ان کا سلسلۂ نسب علامہ ابن حزم نے "بنو غطفان بن قیس بن جہینہ" کے ضمن میں اس طرح تحریر فرمایا ہے:

"عوسجۃ بن حرملۃ بن جذیمۃ بن سبرۃ بن خدیج بن مالک بن عمرو

---

[1] ص ۲۰۱ [2] مادہ ظبیہ [3] ج ۵ ص ۳۵۲ - [4] ص ۱۳۲ مخطوط
[5] ص ۲۲

بن ذھل بن عمرو بن ثعلبۃ بن رفاعۃ بن نصر بن مالک بن غطفان[1]

علامہ عزالدین ابن الاثیر نے بھی "اسد الغابہ" میں ان کا سلسلہ نسب یہی بیان کیا ہے۔ البتہ علامہ ابن سعد اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی رائے اس بارے میں ذرا مختلف ہے۔ انہوں نے "ابن الکلبی" کے حوالے سے جو نسب ذکر کیا ہے وہ یہ ہے :

"عوسجہ بن حرملہ بن جذیمہ بن سبرۃ بن خدیج بن مالک بن الحارث بن مازن بن سعد بن مالک بن رفاعہ بن نصر بن مالک بن غطفان بن قیس بن حمیر"[2]

لیکن حافظ صاحب نے ابن حزم اور ابن الاثیر کے بیان کردہ نسب کو بھی "قیل" کہکر نقل کیا ہے۔

حضرت عوسجہ بن حرملہ رضی اللہ عنہ فلسطین میں قیام پذیر تھے۔ امام بخاریؒ نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ اسحٰق بن السوید الرملی نے ان کو شام کے ان بادیہ نشینوں میں ذکر کیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے مشرف ہوئے تھے۔ علامہ ابن سعد نے حضرت عوسجہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ان صحابہ کے ضمن میں کیا ہے جو فتح مکہ سے قبل مسلمان ہوئے تھے۔ اور ابن ہشام کے حوالے سے یہ بھی لکھا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، اور آپ نے ان کو ایک ہزار افراد کا سالار مقرر فرمایا تھا۔

حضرت عوسجہ رضی اللہ عنہ کو نماز جماعت کا بڑا اہتمام تھا ٹھیک دوپہر کے وقت "مروہ" سے چل کر "دومہ" کی مسجد میں آکر جماعت سے نماز ادا کرتے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے اہتمام اور ذوقِ طاعت کو دیکھ کر ارشاد

---

[1] جمہرۃ انساب العرب ص ۴۴۵
[2] الاصابہ تذکرہ عوسجہ بن حرملہ۔

فرمایا تھا:

یاعوسجہ سلنی أعطك — اے عوسجہ مانگو میں تم کو دوں گا۔

الجہنی بضم جیم و فتح ھاء و کسر نون۔ یہ نسبت جہینہ کی طرف ہے "جُہینہ" قبیلہ قضاعہ کی ایک مشہور شاخ ہے جس کا نسب نامہ اس طرح ہے:

"جہینہ بن زید بن لیث بن سود بن مسلم بن الحافی بن قضاعہ" [1]

یہ بنو قحطان میں سے ہیں۔ قبیلہ جہینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فتح مکہ اور غزوہ حنین میں شریک رہا ہے۔

ذوالمروہ جیسا کہ مکتوب میں صراحت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عوسجہ رضی اللہ عنہ کو جو زمین عطا فرمائی اس کی حدود "ذوالمروہ" اور "بلکثہ" کے درمیان سے شروع ہو کر "ظبیہ" اور "جعلات" سے ہوتی ہوئی "جبل قبلیہ" پر جاکر ختم ہوتی ہیں۔

"ذوالمروہ" کے بارے میں یاقوت نے لکھا ہے کہ یہ وادی قریٰ کی ایک بستی کا نام ہے اور بعض نے اس کا جائے وقوع "خشب" اور "وادی قریٰ" کے درمیان بتایا ہے۔ علامہ سمہودی نے "ذوالمروہ" کے ذیل میں تحریر کیا ہے کہ یہ مدینہ سے آٹھ برد[2] کے فاصلہ پر ہے[3]

غزوہ تبوک کو جاتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام تین روز تک ذوالمروہ اور اس کے نواح میں رہا ہے اور یہاں آپ نے قبیلہ جہینہ کے لوگوں کو زمینیں عطا کی ہیں[4]۔

---

[1] الانساب للسمعانی، و نہایۃ الارب للقلقشندی۔ [2] بُرُدْ برید کی جمع ہے۔ ایک برید ۱۲ میل کا ہوتا ہے۔ [3] وفاء الوفاء ج ۲ ص ۳۷۳۔ ایضاً معجم البلدان مادہ مروۃ۔ [4] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد ج ۴ ص ۱۶۷، ایضاً وفاء الوفاء ج ۲ ص ۳۷۳

بلکثۃ اس کو "بلکثہ" اور "بلاکث" دونوں کہا جاتا ہے۔ "بلکثۃ" ایک مقام کا نام ہے جو "ذوالمروہ" کے قریب ہی واقع ہے۔ علامہ یاقوت الحموی لکھتے ہیں:

بلاکث قارۃ عظیمۃ فوق ذی المروۃ [1]	بلاکث ذوالمروہ کے اوپر ایک وسیع اراضی ہے۔

"جزء الدیبلی" کے مطبوعہ نسخہ میں یہ لفظ اس طرح چھپ گیا ہے "بلکثم" معلوم ہوتا ہے ناشر سے یہ لفظ صحیح نہ پڑھا گیا۔ "البدایہ والنہایہ" میں اس مکتوب کا جو متن نقل کیا گیا ہے اس میں "بلکثہ" ہی موجود ہے۔ البتہ "معجم البلدان" اور "وفاء الوفاء" میں جو متن ہے اس میں "بلکثہ" کا لفظ نہیں ہے بلکہ عبارت اس طرح ہے:

من ذی المروۃ الی الظبیۃ الی الجعلات الخ

ظبیۃ بہ ظائے معجمہ و بائے موحدہ و یائے تحتانیہ ہے۔ چنانچہ "معجم البلدان" "الاماکن للحازمی"، "البدایۃ والنہایہ" اور "وفاء الوفاء" میں یہ اسی طرح منقول ہے۔ طبقات ابن سعد کے محققین نے اس لفظ کو "مصنعہ" بنادیا ہے جو بالکل غلط ہے۔ اصل لفظ "ظبیہ" ہی ہے۔ علامہ یاقوت، حافظ مجدالدین، ابن الاثیر، ابن منظور افریقی اور زبیدی سب نے اسی لفظ کے ذیل میں مکتوب کا متن نقل کیا ہے اور یہ تصریح کی ہے کہ یہ دیارِ جہینہ میں ایک موضع کا نام ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عوسجہ بن حرملہؓ کو عطا فرمایا تھا۔

جعلات کتاب کے مطبوعہ نسخہ میں "جعلاب" تحریر ہے۔ طبقات ابن سعد کے محققین نے اسے جعلات پڑھا ہے لیکن "معجم البلدان"، "البدایۃ والنہایہ"

---

[1] معجم البلدان مادہ "بلاکث"

اور "وفاء الوفاء" میں "جلات" ہی منقول ہے۔ اور ہمارے خیال میں یہی صحیح ہے مزید تفصیلات نہیں مل سکیں۔ بظاہر یہ ذی المروہ بلکثہ اور ظبیہ کے متصل ہی کسی جگہ کا نام ہے۔

جبل القبلیۃ کتاب کے مطبوعہ نسخہ میں جبل القبلہ ہے جو صحیح نہیں ہے۔ اصل لفظ قبلیہ ہے۔ یہ قبل کی طرف منسوب ہے اور ق کے زبر اور بار کے زبر کے ساتھ ہے۔ یہ ساحلِ سمندر کے قریب ہے، اس کے اور مدینہ منورہ کے درمیان بقول ابن الاثیر پانچ یوم کی مسافت ہے [۱] بعض نے اس کو موضع "فرع" کے نواح میں بتایا ہے۔ فرع نخلہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔ علی شریف کی رائے یہ ہے کہ قبلیہ پہاڑ کی وہ چوٹی ہے جو ینبع اور مدینہ کے درمیان واقع ہے۔ اس کی حدود شام سے لے کر حسٔ تک ہیں۔ حسٔ بنو عرک کے ایک پہاڑ کا نام ہے۔ واضح رہے کہ بنو عرک قبیلہ جہینہ ہی کی ایک شاخ ہے [۲]

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کو اس کا صحیح متن اگرچہ حافظ حازمی کی کتاب "الامکنہ" میں مل گیا تھا مگر چونکہ انہوں نے اپنا اصل ماخذ طبقات ابن سعد کو بنایا ہے اس لئے ڈاکٹر صاحب کے ذکر کردہ متن میں وہ تمام غلطیاں موجود ہیں جو ان کے پیشرو مستشرق اڈورڈ سخاو اور ادجین موخ سے سرزد ہوئی ہیں۔

حضرت علاء بن عقبہ رضی اللہ عنہ تراجم صحابہ کی کتابوں میں ان کا مفصل تذکرہ نہیں ملتا۔ حافظ مستغفری نے ان کو صحابہؓ میں شمار کیا ہے اور ان کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم کو جو یادداشت تحریر کرائی تھی میں اس وقت موجود تھا۔ علامہ مرزبانی نے تحریر کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اور حضرت ارقم رضی اللہ عنہما کو انصار کے

---

[۱] نہایہ ابن الاثیر مادہ "قبل" [۲] معجم البلدان مادہ قبلیہ

محلوں میں بھیجا کرتے تھے۔ ابن عساکر، ابن الاثیر، حافظ ابن حجر، حافظ ابن کثیر اور ابن حدیدہ الانصاری نے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین میں شمار کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے معتصم بن صمادح کے حوالہ سے لکھا ہے کہ

ان العلاء بن عقبة والارقم کانا یکتبان بین الناس المداینات و العھود والمعاملات[1]

حضرت علاء بن عقبہ اور حضرت ارقم لوگوں کے مابین قرض کے تمسکات، معاہدے اور معاملات کی تفصیلات سپردِ قلم کرتے تھے۔

حافظ ابن کثیر نے بھی کُتّابِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذیل میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے حافظ ابن عساکر کے حوالہ سے عتیق بن یعقوب کی اسی روایت کا ذکر کیا ہے جو جزء الدیبلی میں مروی ہے[2]

---

[1] الاصابہ ترجمہ علاء بن عقبہ

[2] البدایہ والنہایہ ج ۵ ص۳۵۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هذا كتاب من محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم لبني عادياء أن لهم الذمة وعليهم الجزية، لاعداء ولا جلاء، النهار مدّى والليل سدّى۔ وكتب خالد بن سعيد۔

بنو عادیاء کے نام

یہ تحریر ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے "بنی عادیاء" کے حق میں کہ انھیں امان دی جاتی ہے اور ان پر جزیہ لازم ہوگا۔ نہ تو ان پر زیادتی کی جائے گی اور نہ انھیں جلا وطن کیا جائے گا (ہر آنے والا دن اس عہد کی مدت کو بڑھاتا رہے گا۔ اور (ہر آنے والی) رات اس کو اپنے حال پر قائم رکھے گی۔

بنو عادیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ امان نامہ "بنو عادیاء" کے لئے تحریر کروایا تھا۔ "عادیاء" کا شجرۂ نسب علامہ ابن درید نے سموئل[1] کے ذیل میں یہ بیان کیا ہے:

السموئل بن حيان بن عادياء بن رفاعة بن الحارث بن ثعلبة بن كعب[2]

اور علامہ ابن حزم اندلسی نے اس نسب میں "کعب" کے بعد بن عمرو بن مزيقياء کا اضافہ کیا ہے[3]

---

[1] سموئل بن عادیاء عرب کا مشہور سردار ہے جو وفاء عہد میں ضرب المثل شمار کیا جاتا ہے۔
[2] الاشتقاق ص ۴۳۶ [3] جمهرة انساب العرب ص ۳۷۲

ابن درید اور ابن حزم کے مذکورہ بالا شجرۂ نسب سے معلوم ہوا کہ "عادیاء" سموئل کا دادا ہے۔ لیکن علامہ یاقوت رومی اور سید مرتضٰی زبیدی "عادیاء" کو سموئل کا باپ بتاتے ہیں۔ چنانچہ علامہ یاقوت حموی معجم البلدان میں لکھتے ہیں

"الابلق" بوزن الاحمر حصن السموئل بن عادیاء الیھودی..... وکان اوّل من بناہ عادیاء ابو السموئل الیھودی [1]	ابلق بروزنِ احمر یہ سموئل بن عادیاء یہودی کا قلعہ تھا...... جس کو سب سے پہلے سموئل یہودی کے باپ "عادیاء" نے تعمیر کیا تھا۔

اور علامہ مرتضٰی زبیدی تاج العروس میں رقمطراز ہیں :

عادیاء والد السموئل ممدود [2]	عادیاء بالفِ ممدودہ سموئل کا باپ تھا

"عادیاء" کی مدح میں علامہ یاقوت رومی اور سید مرتضٰی زبیدی نے سموئل اور دوسرے شعراء کے اشعار بھی نقل کئے ہیں۔ یاقوت نے "قلعۂ تیماء" کے ذیل میں "بنو عادیاء" کے بارے میں جو تفصیلات لکھی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۹ھ ہجری میں ان کو یہ "امان نامہ" لکھ کر دیا ہے اور معاہدہ میں یہ طے پایا تھا کہ وہ جزیہ برابر ادا کرتے رہیں گے اور اس جزیہ کے بدلہ میں انھیں جلا وطن نہیں کیا جائے گا۔ لیکن یہودیوں کی مسلسل عہد شکنیوں کی بناء پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں تمام یہودیوں کو جزیرۃ العرب سے نکل جانے کا حکم دیا تو سب کے ساتھ انھیں بھی اپنے جرم کی پاداش میں جلاوطن ہونا پڑا۔ طبقات ابن سعد میں "بنو عادیاء" کی بجائے "بنو غادیاء" غین کے ساتھ طبع ہوا ہے جو صحیح نہیں ہے۔

ذمہ | علامہ ابن الاثیر "نہایہ" میں لفظ "ذمہ" کی تحقیق کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

---

[1] مادہ ابلق [2] مادہ ع دو

وفی الحدیث ذکر الذمّۃ والذمام وھما بمعنی العھد والامان والضمان والحرمۃ والحق، وسمّی اھل الذمۃ لدخولھم فی عھد المسلمین وامانھم ¹	حدیث میں "ذمہ" و "ذمام" کا ذکر آتا ہے یہ دونوں لفظ عہد، امان، ضمان، حرمت اور حق کے معنی میں مستعمل ہوتے ہیں۔ ذمیوں کو "اہل الذمہ" (ذمی) اسی لئے کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے عہد اور ان کی امان میں داخل ہیں۔

جزیہ | وہ ٹیکس ہے جو اسلامی سلطنت میں ذمّیوں سے ان کی جان ومال کی حفاظت کے بدلہ میں لیا جاتا ہے۔ امام قرطبی اپنی تفسیر "جامع احکام القرآن" میں آیت کریمہ حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَۃَ کے ذیل میں ارقام فرماتے ہیں:

"الجزیۃ" وزنھا فِعْلَۃٌ من جزی یجزی اذا کافأ عما اسدی الیہ فکأنھم اعطوھا جزاء ما منحوا من الأمن ²	"جزیہ" بروزن فعلۃ جزی یجزی سے مشتق ہے جس کا استعمال اس موقع پر ہوتا ہے جب کسی کے احسان کا بدلہ چکایا جائے۔ گویا ذمیوں کو جو امن دیا جاتا ہے اس کی جزا میں وہ جزیہ ادا کیا کرتے ہیں۔

عَدَاء | عداء بفتح عین والف ممدودہ اس کے معنی ظلم اور حد سے تجاوز کرنے کے ہیں

جَلاء | جلاء کے معنے ہیں شہر بدر کرنا۔ اردو میں جلا وطنی اسی معنی میں مستعمل ہے۔ اس میں جیم پر فتحہ ہے۔ کتاب کے مطبوعہ نسخہ میں خلا خا کے ساتھ طبع ہوا ہے جو غلط ہے۔

---

¹ نہایہ مادہ ذمم۔ ² ج ۸ ص ۱۱۴

مَدًی اور سُدًی

" مَدَی " بفتح میم انتہائی مدت وغایت کے معنی میں آتا ہے۔ سُدَی سین کے پیش کے ساتھ بھی مستعمل ہے اور اس کے زبر کے ساتھ بھی۔ " ابل سدی " ایسے اونٹوں کو کہا جاتا ہے جن کو بے قید چھوڑ دیا جائے۔ علامہ زمخشری " النہار مدی واللیل سدی " کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

فی کتاب له صلی الله علیه وسلم لیهود تیماء : ان لهم الذمة وعلیهم الجزیة بلا عداء، النهار مدی واللیل سدی وکتب خالد بن سعید۔	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب میں جو یہود تیماء کو لکھا تھا یہ ہے کہ " ان کو امان ہے اور ان پر جزیہ لازم ہے۔ اور ان پر کسی قسم کی زیادتی نہ ہوگی ہر آنے والا دن اس عہد کو دوام بخشے گا اور ہر آنے والی رات اسے بحالہ قائم رکھے گی کاتب خالد بن سعید "
المدی (الغایة) ای النهار ممدودًا دائمًا غیر منقطع ..... " سدی " ای مخلی متروکًا علی حاله فی الدوام والاتصال [1]	" مدی " کے لغوی معنی کسی چیز کی غایت و انتہا کے ہیں یعنی دن اس معاہدہ کو دوامی اور غیر منقطع بناتا رہے گا۔ " سدی " کا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ کیلئے اس کو اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا۔

اور علامہ ابن الاثیر فرماتے ہیں :

و منه الحدیث : انه کتب لیهود تیماء ان لهم الذمة و علیهم الجزیة بلا عداء،	اور اسی مادہ میں حدیث کے الفاظ ہیں کہ آپ نے تیماء کے یہودیوں کے لئے یہ تحریر کرایا تھا کہ " ان کو امان ہے اور ان پر جزیہ لازم ہے کسی قسم کی زیادتی

---

[1] الفائق ج ۳ ص ۱۴۰

النهار مدی واللیل سدی ای ذلك لهم ما دام اللیل والنهار. یقال: لا افعله مدی الدھر ای طوله و "السدی" المخلی۔ ^ا^	کے بغیر۔ جب تک کہ دن اور رات باقی رہیں گے یہ معاہدہ اپنی جگہ پر قائم ہے محاورہ ہے لا افعلہ مدی الدھر (یعنی میں اس کام کو ساری عمر نہیں کرونگا) "سدی" کے معنی ہیں کسی چیز کو اس کے حال پر چھوڑ دینے کے۔

کتاب کے مطبوعہ نسخہ میں "النھار مدّ واللیل سدّ" ہے۔ اور طبقات ابن سعد میں "اللیل مدّ والنھار شدّ" طبع ہوا ہے۔ اور اس کی تشریح ان الفاظ میں درج ہے:

وقولہ مد: یقول یمدّہ اللیل و یشدّہ النّھار۔	یعنی "مد" کا مطلب یہ ہے کہ رات اس عہد کو دراز کرتی رہے گی اور دن اس کو پختہ کرتا رہے گا۔

ڈاکٹر حمید اللہ اور علی حسین علی احمدی دونوں حضرات نے طبقات ابن سعد سے حدیث کے اس جملے کو بعینہٖ اسی طرح اپنی اپنی تصانیف میں درج کر دیا ہے۔ اور کتبِ لغت سے اس سلسلہ میں مراجعت نہ کی جو اس محاورہ پر مطلع ہوتے اور پتہ چلتا کہ یہ دونوں لفظ مضاعف نہیں بلکہ ناقص ہیں۔ پھر مستشرقین سے کیا شکوہ!

ا النہایہ مادہ عدا

⑨

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ھذا کتاب من محمد رسول اللہ النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) لبنی عریض طعمة من رسول اللہ عشرة اوسق قمحا وعشرة اوسق شعیرا فی کل حصاد، وخمسین وسق تمرا فی کل جداد، یوفون ذلك کل عام لحینه، لا یظلمون فیه شیئاً وکتب خالد بن سعید۔

بنو عریض کے نام

" یہ تحریر ہے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے بنو عریض کے حق میں کہ رسول اللہ کی طرف سے خیرات کے طور پر ان کی مدد معاش کے لئے دس وسق گیہوں، دس وسق جو ہر فصل کی کٹائی کے موقع پر۔ اور پچاس وسق کھجوریں جب بھی کھجوریں توڑی جائیں ہر سال اپنے موسم پر ان کو پوری پوری دی جائیں۔ اور اس دینے دلانے میں ان پر ذرا سا بھی ظلم نہ ہونے پائے۔" کاتب خالد بن سعید

اس فرمان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود بنی عریض کو بطور خیرات سالانہ غلہ کی ایک مخصوص مقدار مقرر فرمائی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عطیہ سے غیر مسلموں کے ساتھ آپ کے حسنِ سلوک کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

بنو عریض " بنو عریض " کے نسب کی تفصیلات علم الانساب کی

متداول کتابوں میں عام طور پر نہیں ملتی ہیں۔ علامہ ابن سعد نے جہاں اس مکتوب کو نقل کیا ہے وہیں اتنی تصریح اور کردی ہے کہ:

وبنو عریض قوم من الیھود[1] — بنو عریض یہود کی ایک قوم ہے

البتہ علامہ عبداللہ البکری نے اپنی کتاب "معجم ما استعجم من اسماء البلاد والمواضع" کے مقدمہ میں ضمناً "بنو عریض" کے بارے میں کچھ تفصیلات قلمبند کی ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عطیہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ ان کی ذکر کردہ تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ بنو عریض "وادی قریٰ"[2] میں اس مقام پر آباد تھے جو قدیم زمانہ میں عاد و ثمود کا مسکن تھا۔ ان کا پیشہ زراعت اور کھیتی باڑی تھا۔ "وادی قریٰ" میں انہوں نے زراعت اور آب رسانی کو بڑی ترقی دی تھی۔ ان کے وہاں آباد ہونے کے کچھ عرصہ بعد قبائل سعد ہذیم بھی نقل مکانی کر کے یہیں آبسے۔ اس ہمسائگی کی بنا پر بنو عریض اور سعد ہذیم آپس میں ایک دوسرے کے حلیف بن گئے اور ان کے باہم ایک معاہدۂ امن ہو گیا جس میں اور شرائط کے علاوہ ایک شرط یہ بھی تھی کہ یہود "بنو عریض" "سعد ہذیم" کو ہر سال غلّہ کی ایک مخصوص مقدار ادا کرتے رہیں گے اور اس کے عوض "سعد ہذیم" دیگر قبائل کے مقابلہ میں ان کی حفاظت کریں گے۔

اسلام کی سربلندی کے بعد جب "سعد ہذیم" کا وفد جمرہ بن النعمان کی سرکردگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو یہود بنو عریض بھی ان کے ساتھ تھے۔ بنو عریض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنے کیلئے کچھ تحائف بھی ساتھ لائے تھے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جب سعد ہذیم کے سردار جمرہ بن النعمان کو بطور جاگیر زمین کا ایک قطعہ عطا فرمایا تو یہود بنی عریض پر بھی از راہِ شفقت یہ احسان فرمایا کہ غلّہ کی جتنی مقدار یہ سعد ہذیم کو دیا کرتے تھے

---

[1] ج ۱ ق ۲ ص ۳۳ [2] وادی قریٰ خیبر اور تیماء کے درمیان واقع ہے۔

اتنی ہی مقدار بیت المال سے ہر سال ان کے لئے مخصوص فرمادی اور مذکورہ بالا فرمان اس سلسلہ میں تحریر کروادیا۔

علامہ بکری لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ یہ خیرات آج بھی بیت المال سے ان کے لئے جاری ہے۔ واضح رہے کہ علامہ بکری کا انتقال ۴۸۷ھ میں ہوا ہے۔ ان کے ساتھ ایک استثنائی سلوک یہ بھی کیا گیا کہ انھیں جلاوطن نہیں کیا گیا حالانکہ جزیرۃ العرب سے تمام یہود کو نکال دیا گیا تھا۔[1]

طعمہ بضم طاء مہملہ مدد معاش کے لئے جو عطیہ دیا جائے وہ "طعمہ" کہلاتا ہے۔

وسق میں واو کا زبر مشہور ہے لیکن بعض لوگ اس کو زیر کے ساتھ بھی بولتے ہیں۔ یہ ایک پیمانہ ہے جس کی مقدار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ صاع کے مطابق ساٹھ صاع ہے۔[2]

"صاع" کے مقدار کی تعیین میں اہل حجاز و اہل عراق میں اختلاف ہے۔ اہل عراق کے نزدیک ایک صاع آٹھ رطل کا ہوتا ہے اور اہل حجاز کے نزدیک پانچ رطل اور ایک ثلث رطل کا۔[3] اس حساب سے ایک وسق عراقیین کے نزدیک چار سو اسّی رطل کا ہوا اور حجازیین کے نزدیک تین سو بیس رطل کا۔

---

[1] ص ۴۴۲ [2] النهایہ مادہ وسق۔ [3] کتاب الاموال لابی عبید ص ۵۱۸

(۱۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ھٰذا کتاب من محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لتمیم بن اوس الداری : ان لہ عینون قریتھا کلھا سھلھا وجبلھا وحرثھا وکرومھا وانباطھا وبقرھا، ولعقبہ من بعدہ، لا یحاقہ فیھا احد ولا یدخل علیہ بظلم فمن اراد ظلمھم او واحد[1] منھم فان علیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین . وکتب علی

حضرت تمیم بن اوس داری کے نام

"یہ تحریر ہے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے تمیم بن اوس داری کے حق میں کہ "عینون" کا گاؤں سارے کا سارا اس کے میدان، پہاڑ کھیت، انگور کی بیلیں کنوؤں کا پانی اور گائے بیل ان کے ہیں اور ان کے بعد ان کی اولاد کے۔ اس کے بارے میں کوئی اور شخص اپنا حق نہ جتاتے اور نہ ناجائز طریقہ پر ان کے خلاف مداخلت کرے۔ پھر جس نے ان کو یا ان (کی اولاد) میں سے کسی کو ستانا چاہا تو اس پر خدا کی فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔"

یہ مکتوب مزید اضافے اور الفاظ کے معمولی تغیر کے ساتھ "حزر دیبلی" کے علاوہ امام ابو یوسف کی "کتاب الخراج"، ابن سعد کی "کتاب الطبقات" اور علامہ قلقشندی کی "صبح الاعشی" میں بھی مذکور ہے

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ تمیم نام، ابو رقیہ کنیت اور داری نسبت ہے۔ سلسلہ نسب میں معمولی سا اختلاف ہے۔

---

[1] یہ مطبوعہ نسخے میں او واحدۃ طبع ہو گیا ہے۔

یہ مشہور صحابی ہیں پہلے نصرانی تھے اور فلسطین میں راہب تھے۔ ابن سعد، ابن عبدالبر اور ابن حجر کی رائے کے مطابق سنہ ۹ ھجری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے اور مدینہ منورہ ہی میں اقامت گزیں ہو گئے۔ عیسائیت کے دوران بھی یہ بڑے عابد وزاہد تھے اسلام لانے کے بعد ان کا ذوقِ عبادت اور بڑھ گیا۔ تہجد کا بڑا اہتمام تھا۔ ایک رات نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو ساری رات اسی ایک آیت کی تکرار کرتے گزار دی اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ یہ پڑھتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے۔ تمام شب رقّت کی یہی کیفیت رہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شرکت کی سعادت بھی میسّر ہوئی۔ ان سے اٹھارہ کے قریب احادیث مروی ہیں۔ دجّال سے ملاقات کا واقعہ جو حدیث کی کتابوں میں "قصۃ الجسّاسۃ" کے نام سے مشہور ہے انھیں کے ساتھ پیش آیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کو ان کی منقبت میں شمار کیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد مدینہ منورہ سے شام منتقل ہو گئے تھے اور وہیں انتقال فرمایا۔ قبر مبارک فلسطین کے ایک شہر "بیت جبرین" میں ہے۔[1]

الداری دار بن ہانی بن حبیب بن نمارہ بن لخم کی طرف نسبت ہے، جو حضرت تمیم کے دادا کا نام ہے۔ ان کا تعلق قبیلہ خزاعہ کی مشہور شاخ بنو لخم سے تھا۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ "دار" کوئی محلہ یا مکان تھا اس کی نسبت سے ان کو "داری" کہا جاتا ہے۔[2]

"داریین" کا وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کب حاضر ہوا اس کے بارے میں عام طور پر مؤرخین یہ لکھتے ہیں کہ سنہ ۹ ھجری میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس تشریف لائے ہیں اس وقت یہ وفد حاضرِ خدمت ہوا تھا۔ یہ وفد دس افراد پر مشتمل تھا۔ جن میں حضرت تمیم داری اور ان کے بھائی حضرت نعیم بن اوس بھی شامل

---

[1] الاستیعاب لابن عبدالبر، اسد الغابہ لابن الاثیر، الاصابہ لابن حجر۔ تذکرۂ تمیم داری
[2] اللباب ج ۱ ص ۴۰۵، نہایۃ الارب للقلقشندی ص ۵۳

تھے اسی موقع پر یہ لوگ مشرف باسلام ہوئے۔ سنہ ۹ھ وفد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گھوڑے، پارچہ جات اور شراب بطور ہدیہ پیش کی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے علاوہ بقیہ چیزیں قبول فرمائیں۔ علامہ ابن سعدؒ کے بیان کے مطابق[1] اسی موقع پر ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ ملکِ شام کو آپ کے زیرِ نگیں کر دے تو وہاں کے دو گاؤں "جبریٰ" اور "بیت عینون" ہمیں بطور جاگیر عطا فرمائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ درخواست منظور فرمالی اور اس سلسلہ میں یہ وثیقہ تحریر کروا دیا۔

تاریخ ابن عساکر، سیرتِ حلبیہ[2] اور سیرت زینی دحلان[3] میں اس کے برخلاف یہ مرقوم ہے کہ "داریین" کا وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو مرتبہ حاضر ہوا تھا۔ ایک مرتبہ تو ہجرت سے پہلے اور دوسری مرتبہ ہجرت کے بعد۔ ہجرت سے قبل جو وفد آیا تھا اس میں ابو ہند داری، تمیم داری اور نعیم داری کے علاوہ چار افراد اور تھے۔ ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی تھی کہ ملکِ شام میں ان کو کچھ زمین عطا فرمائی جائے۔ آپ نے ان کی درخواست کو شرفِ پذیرائی عطا فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ جس زمین کا چاہو انتخاب کرلو۔ چنانچہ ان لوگوں نے "بیت جبرون" اور اس کے نواحی علاقے کو منتخب کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس علاقہ کی ملکیت کا پروانہ ان کے حوالہ کیا اور ارشاد فرمایا کہ اس وقت تو چلے جاؤ اور جب تم یہ سنو کہ میں نے مدینہ کو ہجرت کرلی ہے تو اس وقت میرے پاس آجانا۔ چنانچہ حسبِ ہدایت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے تو دوبارہ یہ لوگ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے پروانۂ جاگیر کی تجدید کر دی جائے۔ اس عرضداشت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور وثیقہ لکھوا کر ان کو دیدیا۔

---

[1] طبقات کبریٰ ج ۱ ص ۳۴۴ ۔ [2] انسان العیون المعروف بالسیرۃ الحلبیہ ج ۳ ص ۲۴۲
[3] ج ۳ ص ۶۰

موخرالذکر روایت کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ کتب سیرت میں "داریین" کے نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو مکتوب منقول ہیں ان دونوں کا مضمون تقریباً ایک سا ہے لیکن کاتب اور گواہ دونوں کے علیحدہ علیحدہ ہیں۔ اس سے بظاہر یہی سمجھ میں آتا ہے کہ یہ دونوں مکتوب علیحدہ علیحدہ اوقات میں ضبطِ تحریر میں آئے ہیں۔

عینون | طبقات ابن سعد اور جزء الدیبلی میں عینون ہی طبع ہوا ہے "کتاب الخراج"[1] امام ابو یوسف میں "بیت عینون" اور "صبح الاعشیٰ"[2] میں صیہون چھپا ہے۔

عینون عین کے زبر کے ساتھ عبرانی لفظ ہے۔ یہ "بیت المقدس" کے مضافات میں ایک بستی کا نام ہے۔ "بیت عینون" ہمیں الگ سے کتب لغت و جغرافیا میں کہیں نہیں ملا۔

"صیہون" بھی "بیت المقدس" میں ایک مشہور و معروف جگہ ہے۔ اس کے علاوہ بحر شام کے ساحلی علاقہ میں ایک قلعہ کا نام بھی "صیہون" ہے۔

"داریین" کے نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد مکاتیب کتب تاریخ و سیر میں ملتے ہیں۔ ان میں دو مکاتیب کا مفہوم تو تقریباً ایک ہی ہے البتہ الفاظ کا معمولی سا اختلاف ہے۔ تیسرا مکتوب خاص حضرت تمیم داری کے نام ہے۔ ان مکاتیب کے اوقاتِ تحریر مختلف ہیں۔ ایک مکتوب تو "داریین" کے لئے اس وقت تحریر کرایا گیا جبکہ ان کا وفد مکہ معظمہ میں ہجرت سے قبل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ یہ لوگ چونکہ عیسائی تھے اور ان کو نبی آخرالزماں کے عروج کا اندازہ تھا اس لئے انہوں نے پیشگی ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درخواست کر دی تھی کہ جب حق تعالے الملک شام اور

---

[1] ص ۱۳۲ [2] ج ۱۳ ص ۱۲۱

سرزمینِ بیت المقدس کو آپ کے زیرِ نگیں کر دے تو آپ حبرون، بیت ابراہیم بیت عینون اور مرطوم وغیرہ مواضع ہمیں عطا فرما دیں۔ چنانچہ آپ نے ان کی درخواست کو شرفِ قبول عطا فرما کر حسبِ ذیل فرمان ان کے حق میں لکھوا دیا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

"ھٰذا کتاب ذکر فیہ ما وھب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للداریین اذا اعطاہ اللہ الارض وھب لھم بیت عینون وحبرون والمرطوم وبیت ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام الی ابد الابد۔ شھد بذلک عباس بن عبد المطلب وخزیمۃ بن قیس وشرحبیل بن حسنۃ. وکتب"

اس وثیقہ کو عطا کرنے کے بعد آپ نے اہل وفد کو ہدایت فرمائی کہ اب تو واپس ہو جاؤ اور جب میں مدینہ ہجرت کروں تو پھر وہاں آنا چنانچہ حسب قرار داد "داریین" کا وفد ۹ھ ہجری میں پھر حاضر خدمتِ اقدس ہوا اور تجدیدِ وثیقہ کی درخواست کی اور آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر پھر ان کے حق میں ایک وثیقہ تحریر کروا دیا، جس کے الفاظ درج ذیل ہیں:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ھٰذا ما اعطی محمد رسول اللہ لتمیم الداری واصحابہ، انی اعطیتکم بیت عینون وحبرون والمرطوم وبیت ابراھیم برمتھم وجمیع ما فیہ نطیۃ بت ونفذت وسلمت ذلک لھم ولاعقابھم

من بعدهم ابد الابد۔ فمن اٰذاهم اٰذاه الله
شهد بذلك ابوبكر بن ابی قحافة وعمر بن الخطاب وعثمان
وعلی بن ابی طالب ومعاویة بن ابی سفیان وکتب۔

پہلے وثیقہ میں گواہ حضرت عباس بن عبد المطلب، حضرت خزیمہ بن قیس اور حضرت شرجبیل رضی اللہ عنہم تھے۔ حضرت شرجبیل ہی نے اس کو لکھا بھی تھا۔ دوسرے وثیقہ کے شاہدوں میں خلفاء راشدین اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم ہیں اور مؤخر الذکر ہی اس کے کاتب بھی ہیں۔

تیسرا وثیقہ جسے محدث دیلمی نے روایت کیا ہے وہ خاص حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام ہے۔ اس وثیقہ میں "داریین" کے عام عطیہ میں سے کچھ حصہ کی خصوصی طور پر ان کے اور ان کی اولاد کے لئے تعیین کی گئی ہے اور اسی سلسلہ میں یہ تحریر ان کو لکھ کر دی گئی ہے۔

(۱۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ھذا ما اعطی محمد رسول اللہ ۔ صلی اللہ علیہ وسلم بنی شمخ اعطاھم ما حظروا من ضعینۃ وما حرثوا فمن حاقہم فانہ لا حق لہم وحقہم حق ۔ وکتب العلاء بن عقبۃ وشھد ۔

بنو شمخ کے نام

"یہ وہ عطیہ ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو شمخ کو دیا آپ نے ان کو ضعینہ کی وہ زمین جسے انہوں نے گھیر رکھا ہے اور جہاں وہ کھیتی باڑی کرتے ہیں، عطا کی ۔ جو ان کے خلاف اپنا حق جتائے اس کا حق نہیں، اصل حق انہیں کا ہے ۔

کاتب اور گواہ علا بن عقبہ"

بنو شمخ شمخ میں پہلے شین معجمہ پھر میم پھر خا معجمہ ہے ۔ طبقات ابن سعد میں بنی شنخ نون کے ساتھ تحریر ہے[1] "البدایہ والنہایہ"[2] میں بنو سیح لکھا ہوا ہے اس کے ساتھ ہی مذکورہ بالا دونوں کتابوں میں یہ تصریح بھی ہے کہ بنو شنخ یا بنو سیح کا تعلق قبیلہ جہینہ سے ہے ۔ ہمارے خیال میں یہ لفظ نہ شنخ ہے اور نہ سیح بلکہ شمخ ہے ۔ جیساکہ دیبلی کے مطبوعہ نسخے میں ہے ۔ کیونکہ سیح یا شنخ نامی کسی قبیلہ کا ذکر انساب کی عام کتابوں میں نہیں ملتا ۔

---

[1] ج ۱ ص ۲۷۱ [2] ج ۵ ص ۳۵۲

علماء انساب بنوشمخ کا تذکرہ قضاعہ کے ذیل میں بھی کرتے ہیں اور فزارہ کے ذیل میں بھی۔ چنانچہ علامہ قلقشندی لکھتے ہیں :

بنوشمخ بطن من جرم قضاعة من القحطانية ایضًا بطن من فزارة من العدنانیة، وھم بنو شمخ بن فزارة منھم سمرة بن جندب احد اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم[1]	بنوشمخ قبیلۂ قضاعہ کی ایک شاخ ہے جو قحطانی ہیں۔ اسی طرح قبیلۂ فزارہ میں بھی اس نام سے ایک شاخ ہے جو عدنانی ہے۔۔۔؟ حضرت سمرہ بن جندب صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی موٴخر الذکر قبیلہ سے ہیں۔

علامہ ابن الاثیر نے بنومخزوم میں بھی شمخ نامی ایک شخص کا تذکرہ کیا ہے، چنانچہ وہ علامہ سمعانی کا تعاقب کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :

قلتُ فاتہ النسبة الی شمخ بن فار بن مخزوم بن صاھلة بن کاھل بن الحرث بن تمیم بن سعد بن ھذیل بن مدرکة منھم عبد اللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ من جلة الصحابة[2]	میں کہتا ہوں کہ سمعانی سے شمخ بن فار بن مخزوم الخ کی طرف جو نسبت تھی اس کا ذکر رہ گیا ہے ان میں ہی عبد اللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ ہیں جو جلیل القدر صحابی اور فقیہ ہیں

حظروا حظر کے لغوی معنی منع کرنے اور روکنے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا "اور تیرے رب کی بخشش کسی نے نہیں روک لی" عربی میں کہا جاتا ہے حظر الرجل حظرًا یعنی فلاں شخص نے باڑھ کھینچ لی۔ اسی

---

[1] نهاية الارب ص ۳۰۷   [2] اللباب فی معرفة الانساب ج ۲ ص ۲۸

سے الحظیرہ (باڑہ) بنایا گیا ہے۔ حظیرہ گھری ہوئی جگہ کو بھی کہا جاتا ہے
چنانچہ مشہور شاعر مرار بن منقذ کہتا ہے

فان لنا حظائر ناعمات　　عطاء اللّٰہ رب العالمینا

اللہ رب العالمین کے عطا کردہ ہمارے پاس سرسبز و شاداب باغات موجود ہیں

ضعینہ | جزء دیبلی کے مطبوعہ نسخہ میں ضعینہ تحریر ہے مگر ضعینہ نامی کسی مقام کا ذکر جغرافیہ کی عام کتابوں میں نہیں ملتا البتہ علامہ مجدالدین فیروز آبادی نے "ذو الظعینہ" کے نام سے ایک موضع کا ذکر کیا ہے۔ طبقات ابن سعد میں "صفینہ" چھپا ہے۔ صفینہ کے بارے میں یاقوت نے تین جگہ کی نشاندہی کی ہے، ایک تو یہ کہ یہ سفینہ کے وزن پر ہے اور بنی سالم اور قباء کے درمیان ایک موضع کا نام ہے، دوسرے یہ کہ یہ مصغر ہے اور دیار بنی سلیم کے بالائی حصے میں ایک شہر کا نام ہے جہاں کھجوریں کثرت سے ہوتی ہیں۔ نیز صفینہ تصغیر کے ساتھ حجاز کا ایک سرسبز و شاداب موضع ہے جو مکہ معظمہ سے دو دن کی مسافت پر واقع ہے اور جس کی آبادی بہت زیادہ ہے
علامہ سمہودی نے بھی صفینہ کو سفینہ کے وزن پر بتایا ہے اور لکھا ہے کہ یہ بنی سالم اور قباء کے درمیان ایک موضع کا نام ہے۔[1]
ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے مکتوب کے متن کو دیبلی اور ابن سعد دونوں کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور طبقات ابن سعد میں جو نسخہ چھپا ہے، اس کی اصلاح تو کر دی ہے لیکن ابن سعد کی اس تصریح کو کہ ان کا تعلق قبیلہ جہینہ سے ہے باقی رکھا ہے۔

---

[1] وفاء الوفاء ج ۲ ص ۳۳۶　　[2] مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ۔ مکتوب نمبر ۱۵۵

(۱۲)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؁

ھٰذا کتاب من محمد النبی رسول اللّٰہ (صلی اللّٰہ علیہ وسلم)

لبنی الجرمز بن ربیعۃ انھم آمنون فی بلادھم وان لھم ما اسلموا

علیہ۔ وکتب المغیرۃ ۔

بنو جرمز بن ربیعہ کے نام

یہ تحریر ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے بنو جرمز بن ربیعہ کے حق میں کہ انھیں ان کے شہروں میں امان دی جاتی ہے اسلام لاتے وقت یہ جن چیزوں کے مالک تھے وہ بدستور انھیں کی رہیں گی۔ کاتب مغیرہ بن شعبہ

جرمز بن ربیعہ جزء دیبلی کے مطبوعہ نسخے میں حرب بن ربیعہ ہے اور طبقات ابن سعد میں جرمز بن ربیعہ طبقات کی اصل عبارت حسب ذیل ہے:

وکتب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لبنی الجرمز بن ربیعۃ وھم من جھینۃ انھم آمنون ببلادھم ولھم ما اسلموا علیہ [1]

اس متن میں وھم من جہینۃ کے الفاظ زائد ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ "بنو جرمز" قبیلۂ جہینہ کی ایک شاخ ہے لیکن ہمیں علم الانساب کی موجودہ متداول کتابوں میں بنو الحرب بن ربیعہ یا بنو الجرمز بن ربیعہ نامی کسی ایسے خاندان کا پتہ نہیں چل سکا کہ جس کا تعلق جہینہ سے ہو اس لئے اس بارے میں ہم ابھی تک کسی فیصلہ پر نہ پہنچ سکے۔ "طبقات ابن سعد" میں اس مکتوب کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور مکتوب بھی مذکور ہے اور اس میں بھی بنو الجرمز کا ذکر آتا ہے۔ اس مکتوب کے الفاظ یہ ہیں۔

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۲۷۱

وکتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعمرو بن معبد الجہنی وبنی الحرقۃ من جہینۃ وبنی الجرمز من اسلم منھم واقام الصلوٰۃ وآتی الزکوٰۃ واطاع اللہ ورسولہ واعطی من الغنائم الخمس وسھم النبی الصفی ومن اشھد علی اسلامہ وفارق المشرکین فانہ آمن بامان اللہ وامان محمّد وما کان من الدین مدونۃ لاحد من المسلمین قضی علیہ برأس المال وبطل الربا فی الرھن وان الصدقۃ فی الثمار العشر ومن لحق بھم فان لہ مثل مالھم۔[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن معبد الجہنی اور قبیلہ جہینہ کے بنی الحرقہ اور بنی الجرمز کے نام یہ فرمان لکھوایا کہ ان میں سے جو اسلام لائے، نماز قائم کرے، زکوٰۃ ادا کرے، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، مالِ غنیمت میں سے خمس اور نبی کا منتخب حصہ ادا کرے اور جو بھی اپنے اسلام کا اظہار کرے اور مشرکین سے علیحدہ رہے وہ اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امان میں رہے گا اور مسلمانوں میں کسی کا کوئی قرض واجب الادا ہوگا تو اسے صرف اصل مال دیا جائے گا۔ رھن کا سود باطل ہوگا اور پھلوں میں صدقۂ عشر کی صورت میں ہوگا اور جو ان کے ساتھ لاحق ہوگا اس کے حقوق و واجبات بھی وہی ہوں گے جو ان کے ہیں۔

ہو سکتا ہے کہ اصل معاہدہ جو بنو الجرمز اور دوسرے افراد سے ہوا یہی ہو اس لئے کہ اس میں بالتفصیل تمام شرائط مذکور ہیں۔ غالباً اس معاہدہ کے لکھے جانے کے بعد بنو الجرمز نے مزید تاکید کے لئے علیحدہ اپنے لئے ایک اور امان نامہ لکھوا لیا ہوگا۔

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۲۷۱

(۱۳)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هٰذا ما اعطی محمّد رسول الله (صلی الله علیه وسلم)
بنی قرة بن عبد الله بن نجیح النهدیین اعطاهم المطلة
کلها ارضها وماءها وسهلها وجبلها مما یرعون فیه مواشیهم
وکتب معاویة بن ابی سفیان -

بنو قرہ کے نام

یہ وہ عطیہ ہے جو محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بنو قرہ بن عبداللہ
بن نجیح نہدیین کو دیا "مطلہ" سارا کا سارا۔ اس کی زمین، پانی، میدان اور پہاڑ
جہاں وہ اپنی مویشی چراتے ہیں، ان کو دیے جاتے ہیں۔
کاتب معاویہ بن ابی سفیان -

جزء دیبلی کے علاوہ "طبقات ابن سعد" میں بھی یہ متن موجود ہے۔ اس
مکتوب کی تفصیلات عام طور پر کتابوں میں نہیں ملتی ہیں مثلاً بنو قرۃ بن عبداللہ
بن نجیح نہدیین جن کے نام یہ مکتوب تحریر کروایا گیا ہے ان کا تفصیلی سلسلہ نسب
نہیں ملتا۔ "طبقات ابن سعد" میں بنو قرہ کا انتساب بنو نبہان کی طرف ہے
اور اس میں انہیں نبہانیین لکھا گیا ہے۔ جزء دیبلی میں ان کو بنو نہد کی طرف
منسوب کیا گیا ہے۔

اگر طبقات ابن سعد کی روایت کے مطابق ان کو "بنو نبہان" میں شمار
کیا جائے تو اس صورت میں ان کا تعلق قبیلہ طے سے ہوگا۔

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۲۶۶

علامہ ابن الاثیر "النبھانی" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

النبھانی بفتح النون وسکون الباء وبعدھا ھاء نسبۃ الی نبھان واسمہ سودان بن عمرو بن الغوث من طی ۔ [1]	نبھانی میں نون کا زبر اور باء کا سکون ہے اور باء کے بعد ھا ہے ۔ یہ نبھان کی طرف نسبت ہے جس کا نام سودان بن عمرو بن الغوث ہے اور جو قبیلہ طے سے ہے

اور اگر دیبلی کے مطبوعہ نسخہ کے مطابق اسے "النھدیین" پڑھا جائے تو پھر ان کا سلسلۂ نسب "قضاعہ" سے ملیگا ۔

علامہ قلقشندی بنو نھد کے ذیل میں رقمطراز ہیں :

بنو نھد بطن من قضاعۃ من القحطانیۃ وھم بنو نھد بن زید بن لیث بن سود بن اسلم بن الحافی بن القضاعۃ ۔ [2]	بنو نھد قضاعہ کی ایک شاخ ہے جو قحطانی ہیں اور ان کا سلسلۂ نسب یہ ہے : بنو نھد بن زید بن لیث بن سود بن اسلم بن الحافی بن قضاعہ ۔

مطلہ مکتوب میں جو جگہ بنو قرہ کو دی گئی ہے جزء دیبلی میں اسے "مطلہ" بطائے مہملہ تحریر کیا گیا ہے ۔ طبقاتِ ابن سعد کے مطبوعہ نسخہ میں اسے "مظلہ" بظائے معجمہ نقل کیا گیا ہے ۔ چونکہ جغرافیا کی عام کتابوں میں "مطلہ" یا "مظلہ" کے نام سے ہمیں کوئی جگہ نہیں مل سکی اس لئے سردست یہ فیصلہ مشکل ہے کہ یہاں اصل لفظ کیا ہے اور اس جگہ کا محلِ وقوع اور دیگر جغرافیائی تفصیلات کیا ہیں اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ یہ مکتوب چونکہ "بنو نھد" یا "بنو نبھان" کے نام ہے اس لئے "مطلہ" یا "مظلہ" بھی ان کے حدود میں کوئی مقام ہوگا ۔

---

[1] اللباب ج ۲ - ص ۲۱۲ [2] نہایۃ الارب ص ۴۳۳

(۱۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ھٰذا ما اعطی محمد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) عبّاس بن
مرداس السلمی اعطاہ مذمورا فمن حاقہ فلا حق لہ وحقہ حق
وکتب العلاء بن عقبۃ وشھد۔

عبّاس بن مرداس سلمی کے نام

یہ وہ عطیہ ہے جو محمد نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عباس بن مرداس
سلمی کو دیا آپ نے ان کو "مذمور" عطا کیا جو ان کے خلاف اپنا حق جتائے گا اس کا کوئی
حق نہیں۔ اصل حق انہیں کا ہے۔ کاتب اور گواہ علاء بن عقبہ۔

حضرت عباس بن مرداس سلمی رضی اللہ عنہ یہ مشہور صحابی ہیں۔
ان کی کنیت "ابوالہیثم" اور "ابوالفضل" دونوں بیان کی جاتی ہیں۔ بنو سلیم
سے تعلق رکھتے ہیں۔ سلسلۂ نسب "ابن عبدالبر"[1] اور ابن الاثیر"[2] نے یہ نقل کیا ہے
"عباس بن مرداس بن ابی عامر بن حارثۃ بن عبد بن عبس بن رفاعہ بن الحارث
بن حی بن الحرث بن بہثۃ بن سلیم بن منصور السلمی"
فتح مکہ سے کچھ عرصہ قبل اسلام لائے تھے۔ "بنو سلیم" کے اس وفد میں شریک
تھے جو ۸ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور جس نے
فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی کا شرف حاصل کیا تھا۔ یہ
ابتدا ہی سے سلیم الفطرت واقع ہوئے تھے۔ چنانچہ زمانۂ جاہلیت میں بھی کبھی شراب
کو ہاتھ نہیں لگایا کہا کرتے تھے:

---

[1] الاستیعاب ترجمہ عباس بن مرداس۔ [2] اسد الغابہ۔ ترجمہ عباس بن مرداس

لا اصبح سید قومی و امسی سفیہًا لا واللہ لا یدخل فی جوفی شئ یحول بینی و بین عقلی ابدًا	میں نہیں چاہتا کہ صبح تو میں قوم کا سردار ہوں اور شام کو بے وقوف بن جاؤں۔ خدا کی قسم میرے پیٹ میں وہ چیز نہیں جا سکتی جو میرے اور میری عقل کے درمیان حائل ہو جائے

فتح مکہ کے علاوہ معرکۂ حنین اور دیگر غزوات میں بھی شریک رہے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین کے موقع پر مالِ غنیمت میں سے ان کو اونٹوں کی بڑی تعداد عطا فرمائی تھی۔ ان کا قیام بصرہ کے نواح میں کسی گاؤں میں تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ دمشق میں رہتے تھے اور وہیں ان کا مکان تھا۔ جہاد کے شوق کا یہ عالم تھا کہ اپنے وطن سے شرکت کے لئے آتے تھے اور اختتامِ جنگ کے بعد واپس چلے جاتے تھے۔ صحابہ میں ان کو اس حیثیت سے امتیاز حاصل ہے کہ یہ ایک بلند پایہ شاعر تھے۔ غزوات کے موقع پر انہوں نے بڑے زور دار قصائد کہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں بھی ان کے اشعار ملتے ہیں۔ غزوۂ حنین کے بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت میں سے دوسروں کے مقابلے ان کو کچھ کم دیا تو انہوں نے بطورِ شکوہ کچھ اشعار کہے تھے ان اشعار کو سن کر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

اذھبوا بہ فاقطعوا عنی لسانہ[۱]	ان کو لے جاؤ اور (دے دلا کر) ان کا منہ بند کر دو

مذمور جزء دیبلی کے مطبوعہ نسخہ میں مذمور بذالِ معجمہ ہے۔ ابن کثیر

---

[۱] مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۲۷۱، الاستیعاب لابن عبد البر ترجمہ عباس بن مرداس، اسد الغابہ لابن الاثیر ترجمہ عباس بن مرداس، الاصابہ لابن حجر ترجمہ عباس بن مرداس۔

نے اسے مدمور[1] بدالِ مہملہ نقل کیا ہے۔ طبقاتِ ابن سعد[2] میں "مدفو" فاء کے ساتھ ہے۔ جغرافیہ کی متداول کتابوں میں ان تینوں ناموں سے کوئی جگہ نہیں ملتی۔ البتہ علامہ یاقوت الحموی، مجدالدین فیروزآبادی اور دیگر لغویین نے بنو سلیم میں "مدفار" نامی ایک موضع کی نشان دہی کی ہے اس لئے مکتوب کا اصل لفظ مدفار ہی معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

---

[1] البدایۃ والنہایۃ ج ۵ ص ۳۵۳ ۔ [2] ج ۱ ص ۲۷۳

(۱۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ھٰذا ما اعطی محمّد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) العداء بن خالد وبنو ربیعۃ من عامر عکرمۃ اعطاھم ما بین للضیاعۃ الی الزج و لواثۃ ۔ وکتب خالد بن سعید ۔

حضرت عداء بن خالد اور بنو ربیعہ عامر عکرمہ کے نام

یہ وہ عطیہ ہے جو محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عداء بن خالد اور بنو ربیعہ کو جو عامر عکرمہ میں سے ہیں، دیا۔ آپ نے ان کو مضیاعہ سے لے کر "زج" اور "لواثہ" تک عطا فرمایا۔ کاتب خالد بن سعید۔

حضرت عداء بن خالد رضی اللہ عنہ ان کا یہ سلسلۂ نسب علامہ ابن الاثیر نے اسد الغابہ میں بیان کیا ہے:

عداء بن خالد بن ھوذہ بن ربیعہ بن عمرو بن عامر بن صعصعۃ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن۔[1]

اور علامہ ابن حجر نے ابن الکلبی کے حوالہ سے یہ نسب نامہ تحریر کیا ہے:

عداء بن خالد بن ھوذہ بن خالد بن عمرو بن عامر بن صعصعۃ العامری[2]

بصرہ کے دیہات میں ان کا قیام تھا۔ غزوۂ حنین کے بعد اپنے والد اور بھائی کی معیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک وفد کی صورت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے تھے۔ غزوۂ حنین میں لشکرِ اسلام کے مدِمقابل تھے، خود بیان کرتے ہیں:

---

[1] اسد الغابہ ۔ ترجمہ عداء بن خالد ۔ [2] الاصابہ ترجمہ عداء بن خالد

قاتلنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم حنین فلم یظہرنا اللہ ولم ینصرنا	حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہماری جنگ ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے نہ تو ہماری مدد کی اور نہ ہمیں غلبہ عطا کیا ۔

حضرت عداء بن خالد رضی اللہ عنہ بڑے فخر سے اس بات کا تذکرہ کیا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے ایک غلام یا لونڈی خریدی تھی اور اس کی دستاویز ان کے پاس موجود ہے۔ چنانچہ ترمذی اور ابن ماجہ میں عبد المجید بن الوہب سے روایت ہے کہ ایک دن عداء بن خالد نے مجھ سے کہا

الا اقرئك كتاباً كتبه لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال قلتُ بلی فاخرج لی کتاباً هٰذا ما اشتری العداء بن خالد بن هوذة من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبداً او امةً لا داء ولا غائلة ولا خبثة بیع المسلم المسلم [1]	کیا میں تم کو وہ مکتوب نہ سناؤں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے تحریر کروایا تھا، میں نے کہا ضرور۔ تو انہوں نے ایک مکتوب نکالا جس میں تحریر تھا یہ وہ سودا ہے جو عداء بن خالد بن ہوذہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، غلام یا لونڈی کی بابت جس میں نہ کوئی مرض ہے نہ کوئی عیب نہ خرابی، مسلمان کا سودا مسلمان سے ہے ۔

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ میں بخاری کے حوالہ سے ایک اور بیع نامہ نقل کیا ہے ۔ اس بیع نامہ کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت عداء بن خالد رضی اللہ عنہ سے کچھ خریدا تھا۔ اس بیع نامہ کے الفاظ یہ ہیں :

---

[1] ترمذی باب ماجاء فی کتابة الشروط ص ۱۴۶ ، ابن ماجة باب شراء الرقیق ص ۱۶۴

عن العداء بن خالد قال کتب لی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھذا ما اشتری محمد رسول اللہ من العداء بن خالد بیع المسلم المسلم لا داء ولا خبثۃ ولا غائلۃ [1]	حضرت عداء بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے حسب ذیل مکتوب تحریر کروایا۔ یہ وہ سودا ہے جو محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عداء بن خالد سے کیا مسلمان کا سودا مسلمان سے ہے۔ جس میں نہ کوئی مرض ہے نہ کوئی خرابی اور نہ عیب

لیکن درحقیقت یہ کوئی علیحدہ مکتوب نہیں ہے بلکہ اسی مکتوب میں قلبِ عبارت ہو گیا ہے۔ چنانچہ علامہ قسطلانی لکھتے ہیں :

قال القاضی عیاض ھذا مقلوب والصواب کما فی الترمذی والنسائی وابن ماجۃ وابن مندۃ موصولاً ان المشتری العداء من محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [2]	قاضی عیاض کہتے ہیں کہ یہ حدیث مقلوب ہے اور صحیح بات وہی ہے جس کو ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ اور ابن مندہ نے سندِ متصل کے ساتھ بیان کیا ہے کہ مشتری حضرت عداء تھے اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خریدا تھا۔

امام بخاری نے اس روایت کی کوئی سند بیان نہیں کی بلکہ اس کو تعلیقاً بحذفِ سند نقل کیا ہے۔ شارحین صحیح بخاری میں سے کسی کو بھی اس کی سند نہ مل سکی بلکہ سب کی متفقہ رائے یہ ہے کہ یہ وہی روایت ہے جس کی تخریج امام نسائی، ابو داؤد اور ترمذی وغیرہ محدثین نے کی ہے چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں اس حدیث کے ذیل میں رقمطراز ہیں :

---

[1] صحیح بخاری ج۔ ۱ ص ۲۷۹ باب اذا بین البیعان ولم یکتما ونصحا

[2] ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ج ۴۔ ص ۱۹ باب اذا بین البیعان۔ طبع نول کشور

قولہ ھٰذا ما اشتری محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من العداء بن خالد ھکذا وقع ھٰذا التعلیق وقد وصل الحدیث الترمذی والنسائی وابن ماجہ وابن الجارود وابن مندۃ کلھم من طریق عبد المجید بن ابی یزید عن العداء بن خالد فاتفقوا علی ان البائع النبی صلی اللہ علیہ وسلم والمشتری العداء عکس ماھنا [۱]	یہ قول ھٰذا ما اشتری محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من العداء بن خالد انہی الفاظ میں یہ تعلیق نقل کی گئی ہے اور اس حدیث کو ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن جارود اور ابن مندہ سب نے عبد المجید ابن ابی یزید کے حوالہ سے حضرت عداء بن خالد سے نقل کیا ہے اور ان سب کی یہ متفقہ رائے ہے کہ اس سودے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بائع اور مشتری عداء ہیں جو کچھ یہاں مذکور ہے یہ بات اس کے بالکل برعکس ہے

اور اسی لئے قاضی عیاض نے جو بڑے پایہ کے محدّث اور حافظ الحدیث ہیں، تصریح کی ہے کہ بخاری کی یہ روایت مقلوب ہے۔

حضرت عداء بن خالد رضی اللہ عنہ کو ایک شرف یہ بھی حاصل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفسِ نفیس ان کے اسلام کی شہادت دی ہے آپ کے ایک مکتوب میں جو "بدیل بسر" کے نام ہے ان کا ذکر ان الفاظ میں ہے:

امّا بعد فانہ قد اسلم علقمۃ بن علاثۃ وابنا ھوذۃ [۲]	حمد و ثنا کے بعد واضح ہو کہ علقمہ بن علاثہ اور ابن ہوذہ کے دونوں بیٹے اسلام لے آئے ہیں۔

اس مکتوب میں ابنا ھوذۃ کی تشریح کرتے ہوئے علامہ ابن سعد لکھتے ہیں

وابنا ھوذۃ العداء وعمرو بن خالد بن ھوذۃ من بنی ربیعۃ	ہوذہ کے دو بیٹوں سے مراد عداء اور عمرو بن خالد بن ہوذہ ہیں جو بنی ربیعہ بن عامر

[۱] ج ۴ ص۲۶۱ باب اذا بین البیعان ۔ [۲] طبقات ابن سعد ج ۱ ق ۲ ص۲۵

بن عامر بن صعصعۃ[1] بن صعصعۃ کے خاندان سے ہیں۔

اس مکتوب میں جو جاگیر دی گئی ہے اس میں حضرت عداء بن خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ "بنو ربیعہ" بھی شریک ہیں۔ بنو ربیعہ کے سلسلہ میں مکتوب میں یہ بھی وضاحت ہے کہ ان کا تعلق عامر عکرمہ سے ہے۔ علامہ ابن حزم نے بنو ربیعہ کا نسب یہ بیان کیا ہے

ربیعہ بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمۃ بن خصفۃ بن قیس بن عیلان بن مضر[2]

واضح رہے کہ طبقات ابن سعد میں اس مکتوب کا جو متن نقل ہے اس میں عامر کو عکرمہ کا بیٹا بتایا گیا ہے یہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ عکرمہ عامر کا باپ نہیں بلکہ جدّ امجد ہے[3]

صباعۃ | کتاب کے مطبوعہ نسخہ میں صباعہ صاد مہملہ اور باء کے ساتھ ہے "طبقات ابن سعد" میں "مصباعہ" ہے۔ صباعہ اور مصباعہ دونوں کی تفصیل نہیں ملی۔ یاقوت[4] نے "مضباعہ" نامی ایک موضع کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ ایک پہاڑ کا نام ہے جو بنی ہوذہ کی ملکیت ہے۔ حضرت عداء بن خالد رضی اللہ عنہ کا تعلق چونکہ بنی ہوذہ سے ہے اس لئے قرین صحت یہی ہے کہ لفظ مضباعہ ہی ہو۔ واللہ اعلم

زنج | بزائے معجمہ و جیم منقوطہ طبقات ابن سعد میں "زنح" بجائے مہملہ لکھا ہے معجم البلدان[5]، نہایہ لابن الاثیر، الاماکن للحازمی[6]، وفاء الوفاء[7] اور لغت کی دیگر کتابوں میں تصریح ہے کہ یہ وہ چشمہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عداء بن خالد رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "زنج" بھی عطیہ میں داخل تھا۔

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ق ۲ ص۲۵ ۔ [2] جمهرة انساب العرب ص ۲۷۱
[3] ج ۱ ق ۲ ص۲۵ ۔ [4] معجم البلدان مادہ مضباعہ ۔ [5] مادہ زنج
[6] باب زنج وزنخ ص۹۹ مخطوط [7] وفاء الوفاء ج ۲ ص۳۱۸

لواثۃ جزء دیبلی کے مطبوعہ نسخہ میں "لوارثہ" تحریر ہے۔ طبقات ابن سعد میں اسے "لوابہ" پڑھا گیا ہے اور تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "لوابہ" سے مراد لواتہ الخرار ہے۔ علامہ سمہودی اور یاقوت رومی زرج کے ساتھ لواثہ نامی ایک موضع کا ذکر کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کے الفاظ ہیں:

وزج ایضًا ماء یذکر مع لواثۃ اقطعہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم العداء بن خالد بن ربیعۃ بن عامر۔ [1]	زرج بھی ایک چشمہ کا نام ہے جس کا تذکرہ لواثہ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حضرت عداء بن خالد بن ربیعہ بن عامر کو بطور جاگیر عطا کیا تھا۔

ہمارے خیال میں اصل لفظ لواثہ ہی ہے۔ اس خیال کو مزید تقویت اس لئے بھی ہوتی ہے کہ علامہ سمہودی نے زرج اور لواثہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ان دونوں کا ساتھ تذکرہ کیا جاتا ہے۔

---

[1] وفاء الوفاء حوالہ بالا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هٰذا ما اعطى محمد النبیؐ رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم) جمیل بن ردام العدوی اعطاه الرمد لا یحاقه فیها احد ،

و کتب علیؓ ۔

حضرت جمیل بن ردام العدوی کے نام

یہ وہ عطیہ ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمیل بن ردام العدوی کو دیا۔ آپ نے ان کو "رمد" عطا کیا۔ اس میں کوئی دوسرا اپنا حق نہ جتائے

کاتب علی ۔

اس مکتوب کا متن حدیث اور تاریخ کی حسب ذیل کتابوں میں موجود ہے :

طبقات ابن سعد، اسد الغابہ[1] لابن الاثیر[2]، الاصابہ لابن حجر[3]، کنز العمال[4]

حضرت جمیل بن ردام رضی اللہ عنہ

ان کا تفصیلی تذکرہ تراجم صحابہ کی متداول کتابوں میں نہیں ملتا۔ اسد الغابہ اور الاصابہ میں بھی ان کے تذکرہ میں صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا مکتوب ہی کی نقل پر اکتفا کی گئی ہے۔ ان کے والد کے نام اور قبیلہ کی طرف نسبت میں بھی مطبوعہ کتابوں میں سخت اختلاف ہے۔ اسد الغابہ میں ان کے والد کا نام "ردام" رائے کے ساتھ طبع ہوا ہے، طبقات ابن سعد اور کنز العمال کے مطبوعہ نسخوں میں "رذام" ذال کے ساتھ ہے۔ الاصابہ میں "درام" چھپا ہے۔ اور نہایہ ابن الاثیر[5] میں ان کی نسبت "العدوی" طبع ہوئی ہے جبکہ "اسد الغابہ"

---

[1] ج ۱ ص ۲۷۴ ۔ [2] تذکرہ جمیل بن ردام ۔ [3] تذکرہ جمیل بن ردام [4] کنز العمال ج ۲ ص ۱۹۰ و ج ۵ ص ۳۲۰ و ۳۲۱ ۔ [5] نہایہ مادہ "رمد"

"الاصابہ" اور "کنز العمال" میں العذری۔

الرمد جزء دیبلی کے مطبوعہ نسخہ میں "الدمہ"، طبقات ابن سعد اور اسد الغابہ میں "الرملاء" ہے اور "الاصابہ" میں "الربذ" منقول ہے۔ کنز العمال میں یہ مکتوب دو جگہ ہے۔ ایک جگہ الرمداء الف ممدودہ کے ساتھ طبع ہوا ہے اور دوسری جگہ بغیر الف کے اور یہی صحیح ہے۔ مجد الدین، ابن الاثیر، مرتضٰی زبیدی اور دیگر لغویین رمد کے ذیل میں متفقہ طور پر بیان کرتے ہیں کہ یہ وہ چشمہ ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جمیل بن ردام کو عطا فرمایا تھا

(۱۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) الی المؤمنین ان عضاہ

وج وشجرہ لا یعضد، وصیدہ لا یقتل، فمن وجد یفعل من ذلک

شیئاً فانہ یجلد وینزع ثیابہ، وان تعدی ذلک احد فانہ یؤخذ فیبلغ

محمد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) وان ھذا من محمد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم)

وکتب خالد بن الولید بامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلا یتعداہ احد

فیظلم نفسہ فیما امرہ بہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

عامۃ المسلمین کے نام

یہ تحریر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے مؤمنین کے نام ہے کہ وج کا "خارستان" اور اس کے درخت نہ کاٹے جائیں اور نہ اس جگہ کے شکار کو قتل کیا جائے۔ جو ان ممنوع امور کی خلاف ورزی کرتا ہوا پایا گیا اسے کوڑے لگائے جائیں گے اور اس کے کپڑے اتار لئے جائیں گے۔ اگر کوئی اس پر بھی باز نہ آیا تو اسے گرفتار کر کے محمد نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تک پہنچا دیا جائے گا۔ یہ حکم نامہ محمد نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے ہے۔

کاتب خالد بن ولید بحکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ لہذا کسی کے لئے مناسب نہیں ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تجاوز کر کے اپنے اوپر ظلم کرے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مبارک حدیث و سیرت کی حسب ذیل کتابوں میں موجود ہے۔ ۱۔ کتاب الاموال لابی عبید[1] ۲۔ سیرۃ ابن ھشام[2]، ۳۔ طبقات ابن سعد[3] ۴۔ عیون الاثر[4] ۵۔ البدایۃ والنہایۃ[5]

یہ مکتوب قبیلہ ثقیف کے علاقہ "وج" کی حرمت کے متعلق ہے اور اعلانِ عام

[1] ص ۹۳ - [2] ج ۳ و ۴ ص ۵۴۲ - [3] ج ۱ ق ۲ ص ۳۳ - [4]
[5] ج ۵ ص ۳۲

کی شکل میں ہے جس کے مخاطب جمیع مسلمان ہیں۔

قبیلۂ ثقیف عرب کا ممتاز قبیلہ تھا۔ اس قبیلہ کے لوگ شجاعت اور جواں مردی میں مشہور تھے۔ ان کو قریش کا ہمسر سمجھا جاتا تھا، عرب کہا کرتے تھے قرآن مجید کو اگر اترنا ہی تھا تو مکہ یا طائف کے کسی رئیس پر اترتا۔ طائف ثقیف کا مسکن تھا۔ قرآن مجید کی آیت کریمہ

وَلَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ — اور کہتے ہیں یہ قرآن ان دو بستیوں کے بڑے آدمی پر کیوں نہ اترا۔

میں "قریتین" سے مراد مکہ اور طائف ہی ہیں۔

ان کی جرأت اور بہادری کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ فتح مکہ کے بعد جبکہ دیگر قبائلِ عرب پر فتوحاتِ اسلامی کی دھاک بیٹھ چکی تھی اور وہ اسلام کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے قبیلۂ ثقیف نے ھوازن سے مل کر مکہ مکرمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کا منصوبہ بنایا۔ اور اس طرح معرکۂ حنین برپا ہوا۔ حنین میں ابتدا میں مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے تھے لیکن بالآخر اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔ معرکۂ حنین میں شکست کھانے کے بعد ثقیف اور ان کے جنگی حلیف طائف میں پناہ گزین ہو گئے تھے۔ طائف نہایت محفوظ مقام تھا جس کے ارد گرد فصیل بنی ہوئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین سے فارغ ہو کر طائف کا رخ کیا کئی دن تک محاصرہ جاری رہا۔ قلعہ شکن آلات استعمال کئے گئے لیکن شہر فتح نہ ہو سکا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے۔

اس موقع پر بعض صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثقیف کے حق میں بددعا کی درخواست کی لیکن رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی خواہش تھی کہ کسی طرح یہ مسلمان ہو جائیں۔ چنانچہ بددعا کی بجائے آپ کی زبانِ مبارک پر یہ الفاظ جاری ہوئے:

اللّٰھُمَّ اھد ثقیفاً واٸت بھم[1]   اے اللہ ثقیف کو ہدایت عطا فرما اور ان کو میرے پاس لے آ۔

اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ پورے کا پورا قبیلہ بہت جلد مسلمان ہو گیا اور ان کا وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جس کی تفصیل ابن ہشام، ابن سعد، ابن کثیر اور دیگر مؤرخین نے یہ بیان کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب طائف کا محاصرہ فرمایا تھا اس وقت ان کے ایک سردار عروہ بن مسعود طائف میں موجود نہ تھے۔ جب یہ واپس آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طائف کا محاصرہ چھوڑ کر واپس جا چکے تھے۔ ان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی تڑپ پیدا کی اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں چل نکلے اور اثناء راہ ہی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ پہنچنے سے قبل خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے اور پھر اپنے قبیلہ میں واپس جانے کی اجازت چاہی تاکہ ثقیف کو اسلام کی دعوت دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روکا اور ارشاد فرمایا کہ وہ تمہیں قتل کر دیں گے۔ لیکن انہوں نے عرض کیا کہ میں انہیں ان کی اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہوں۔ چنانچہ آپ نے اجازت مرحمت فرما دی۔

جب یہ طائف پہنچے اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا تو وہی ہوا جس کا خدشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر کیا تھا یعنی قبیلہ کا قبیلہ مخالفت پر آمادہ ہو گیا اور ان کو قتل کر دیا۔ واقعۂ قتل کے بعد کئی مہینے اسی حالت میں گزر گئے۔ اس کے بعد جب بنو ثقیف نے دیکھا کہ اطراف کے سارے قبیلے مسلمان ہو چکے ہیں اور وہ تنہا رہ گئے ہیں تو آپس میں مشورہ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لئے ایک وفد تشکیل دیا۔ یہ وفد عبد یالیل اور ثقیف کے حلیف دیگر قبائل کے سرکردہ لوگوں پر مشتمل تھا۔ اس وفد کی آمد پر مسلمانوں کو کتنی مسرت ہوئی اس کا اندازہ حضرت

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ج ۳ و ۴ ص ۴۸۸

مغیرہ بن شعبہ کے اس بیان سے ہوتا ہے کہ :

انی لفی رکاب المسلمین بذی حرض فاذا عثمان بن ابی العاص تلقانی یستخبر فی فلما رأیتھم خرجت اشتد ابشر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقدومھم فالقی ابا بکر الصدیق رضی اللہ عنہ فاخبرتہ بقدومھم فقال اقسمت علیک لا تسبقنی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخبرھم فدخل فاخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسر بقدمھم [1]	میں ذی حرض میں مسلمانوں کے قافلہ کے ساتھ تھا کہ اچانک عثمان بن ابی العاص نے سامنے سے آکر مجھ سے دریافت کرنا شروع کر دیا اور میں نے جیسے ہی ان لوگوں کو آتے دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی آمد کی بشارت دینے کے لئے دوڑ پڑا اسی اثناء میں میری ملاقات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوگئی اور میں نے انھیں بھی ان کی آمد کی اطلاع دی تو وہ کہنے لگے کہ میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم پہلے مجھے موقع دو کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی آمد کی خبر دوں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو ان کی آمد

سے مطلع کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے آنے پر خوش ہو گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد نبوی میں اتارا۔ حضرت خالد بن سعید کو ان کی مہمان نوازی پر مامور فرمایا۔ اہل وفد کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ جب کھانا ان کے سامنے رکھا جاتا تو یہ کھانا اس وقت تک نہ کھاتے جب تک کہ پہلے حضرت خالد اس میں سے خود ان کے سامنے نہ کھا لیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ عشاء کے بعد ان کے پاس تشریف لاتے اور ان سے گفت گو فرماتے تھے۔ چند دنوں کی تبلیغ کے بعد یہ اسلام لانے کے لئے تیار ہو گئے لیکن یہ شرطیں پیش کی کہ زنا، سود خوری اور شراب کی حرمت

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۱۳

سے ہمیں مستثنیٰ رکھا جائے۔ نیز ہمارے بت "لات" کو تین سال تک نہ توڑا جائے نماز، زکوٰۃ اور جہاد کی پابندی سے بھی آزاد رکھا جائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تمام شرائط نامنظور فرمائیں البتہ عارضی طور پر زکوٰۃ کی وصولی اور جہاد میں شرکت کو معطل رکھا۔ بتوں کے توڑنے میں یہ رعایت دیدی کہ خود اپنے ہاتھ سے نہ توڑیں چنانچہ یہ مسلمان ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن ابی العاص کو جو وفد میں سب سے کم عمر تھے ان کا عامل مقرر فرمایا۔ ان کے عامل بنانے کی وجہ یہ تھی کہ یہ سب سے زیادہ علم دین کے حامل تھے۔ ان کو اس موقع پر جو امان نامہ تحریر کروا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا ان میں اور باتوں کے علاوہ وادیٔ وج کے ان کی ملکیت میں دینے اور دوسروں کے لیے اس کے حرام ہونے کا تذکرہ بھی تھا۔ علامہ ابو عبید نے کتاب الاموال میں یہ پورا امان نامہ نقل کیا ہے۔ اختصار کے پیش نظر ہم اسے یہاں نقل نہیں کر رہے ہیں۔ غالباً اسی موقعہ پر وج کی حرمت کی اطلاع تمام مسلمانوں تک پہنچانے کی غرض سے دیبل کا ذکر کردہ یہ اطلاع نامہ بھی لکھوایا گیا ہے۔

عضاہ | یہ "عضۃ" کی جمع ہے۔ بعض اسے عضاھۃ کی جمع بتاتے ہیں۔
عضہ اس بڑے درخت کو کہا جاتا ہے جس میں کانٹے ہوں۔

وج | واو کے زبر اور جیم کی تشدید کے ساتھ طائف کے نواح میں ایک وادی کا نام ہے۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ طائف اور وج ایک ہی جگہ کے دو نام ہیں۔ علامہ یاقوت کی رائے بھی یہی ہے۔ چنانچہ وہ وج کے ذیل میں لکھتے ہیں

وجّ بالفتح ثم التشديد وهو الطائف [1]	"وج" زبر اور تشدید کے ساتھ طائف ہی کو کہتے ہیں

اسی طرح طائف کے باب میں رقمطراز ہیں:

والطائف هو وادي وج وهو بلاد ثقيف	طائف وادی وج کو کہا جاتا ہے یہ بلاد ثقیف

---

[1] معجم البلدان باب وج

بینھا وبین مکۃ اثنا عشر فرسخاً[1] میں واقع ہے اور اس کے اور مکّہ کے درمیان بارہ فرسخ کا فاصلہ ہے۔

وَشجرہٖ لَا یُعضَد وَصیدہٗ لَا یُقتَل کتاب کے مطبوعہ نسخے میں یہ الفاظ اس طرح چھپے ہیں "وَشجرہ وَصَیدہ لا یُعضل وصیدہ لا یقتل" ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلے جملے میں "وصیدہ" کا اضافہ ناسخ کی سبقتِ قلم کا نتیجہ ہے اور لا یعضد کو ناشر نے لا یعضل پڑھ لیا ہے۔ امام ابو عبیدہ قاسم بن سلام کا خیال ہے کہ وادی وج کی حرمت کا حکم قبیلۂ بنی ثقیف کی تالیف قلب کے سلسلہ میں تھا اور مصالحت کے سلسلہ میں امام کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ایسی شرائط پر صلح کرے جو کتاب و سنت کے مخالف نہ ہوں لہٰذا جب بنی ثقیف کو اسلام میں رسوخ حاصل ہو گیا تو پھر یہ حکم بھی باقی نہ رہا۔[2]

خالد بن الولید کتاب کے مطبوعہ نسخہ میں "خالد بن الولید" چھپا ہے۔ علامہ ابن کثیر نے عتیق بن یعقوب کے حوالے سے اس مکتوب کا جو متن نقل کیا ہے اس میں بھی "خالد بن الولید" ہی ہے لیکن اربابِ تاریخ و سیر بالاتفاق اس مکتوب کے ذیل میں کاتب کا نام خالد بن سعید لکھتے ہیں[3]

---

[1] معجم البلدان باب طائف۔ [2] کتاب الاموال صـ۹۳ [3] البدایۃ والنہایہ ج ۵ صـ۳۴۴

(۱۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هذا كتاب من محمد النبي (صلى الله عليه وسلم) لبني معاوية بن جرول الضبابيين لمن اسلم منهم فاقام الصلوٰة واتى الزكوٰة واطاع الله ورسوله واعطى من المغانم خمس الله وسهم النبي رسوله (صلى الله عليه وسلم) وفارق المشركين واشهد على اسلامه فانه آمن بامان الله ومحمد وان لهم ما اسلموا عليه من بلادهم ومياههم وعدوة الغنم من وراء بلادهم وان بلادهم التي اسلموا عليه مثبتة ۔ وكتب الزبير ۔

بنو معاویہ بن جرول کے نام

یہ تحریر ہے محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے بنو معاویہ بن جرول الضبابیین کے حق میں کہ جو ان میں سے اسلام لائے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور مالِ غنیمت میں اللہ تعالیٰ کا خمس اور نبی کا حصہ ادا کرے اور مشرکین سے قطع تعلق کرے اور اپنے اسلام پر دوسرے کو گواہ کرے تو وہ اللہ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امان میں ہے اور اسلام لاتے وقت ان کے شہروں اور چشموں میں سے جو ان کے قبضہ میں تھا وہ ان کا ہے اور ان کی آبادیوں سے آگے اتنی زمین بھی ان کی ہے کہ صبح بکریاں چرنے نکلیں تو رات تک چرتے چرتے جہاں رات گزاریں ۔ اور ان کی بستیاں وہی ہیں جو اسلام کے وقت ان کے قبضہ میں تھیں ۔ کاتب زبیر

یہ تفصیلی امان نامہ ہے ۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو معاویہ بن جرول کو اس شرط پر امان دی ہے کہ وہ اسلام کے بنیادی ارکان پر نہ صرف یہ کہ ایمان لائیں گے بلکہ ان کو اپنی عملی زندگی میں نافذ بھی کریں گے ۔

یہ مکتوب جزء الدبیلی کے علاوہ طبقات ابن سعد[1] میں بھی ہے ۔

---

[1] ج ۱ ص ۲۶۹

بنو معاویہ بن جرول | کتبِ انساب میں بنو معاویہ بن جرول کے نسب کے بارے میں ہمیں تفصیلات نہیں مل سکیں۔ قبیلہ طے کے نسب نامے میں جرول بن ثعل کا ذکر ملتا ہے لیکن اس کے بیٹوں میں معاویہ کا نام نہیں ہے بلکہ اس میں معاویہ کو جرول کا بھائی بتایا گیا ہے اور اس کے بیٹوں کا نام ربیعہ اور لوذان ذکر کیا گیا ہے۔

علامہ ابن حزم جمہرہ انساب العرب میں تحریر کرتے ہیں :

ومن بنی ثعل جرول بن ثعل ومعاویۃ بن ثعل فولد معاویۃ بن ثعل سنبس بن معاویۃ وولد جرول ربیعۃ بن جرول بطن ضخم ولوذان بن جرول بن ثعل[1]	ثعل کی اولاد میں جرول بن ثعل اور معاویہ بن ثعل ہیں معاویہ بن ثعل کی اولاد سنبس بن معاویہ ہیں اور جرول کی اولاد میں ربیعہ بن جرول ہو جو بڑا قبیلہ ہے اور لوذان بن جرول بن ثعل ہے۔

الضبابیین | جزء الدیبلی کے مطبوعہ نسخہ میں بنو معاویہ بن جرول کی نسبت "الضبابیین" تحریر ہے۔ ابن سعد میں بنو جرول الطائیین ہے۔ سابق میں گزر چکا ہے کہ قبیلہ طے میں جرول کا تو ذکر ملتا ہے لیکن معاویہ کا ذکر موجود نہیں ہے اسی طرح بنو الضباب میں معاویہ کا ذکر موجود ہے لیکن یہ تصریح نہیں کہ اس کے باپ کا نام جرول ہے۔ علامہ ابن حزم بنو الضباب بن کلاب بن ربیعہ کے ذیل میں رقمطراز ہیں :

ومنھم زھیر بن عمرو بن معاویۃ الضبابی۔

اس بنا پر یہ فیصلہ مشکل ہے کہ اصل لفظ کیا ہے اور بنو معاویہ کا کس قبیلہ سے تعلق ہے۔

عدوۃ الغنم من وراءھا مثیتۃ | یہ الفاظ الدیبلی میں اسی طرح چھپے ہیں۔ ان کی تشریح لغت کی عام کتابوں میں ہمیں نہیں مل سکی۔ طبقات ابن سعد کے مطبوعہ نسخہ میں غدوۃ الغنم من وراءھا مبیتۃ ہے۔ اور اس کی تشریح درج ذیل الفاظ میں کی گئی ہے :

قال یعنی بغدوۃ الغنم قال	ابن سعد کہتے ہیں غدوۃ الغنم کے معنی یہ ہیں

---

[1] جمہرہ انساب العرب ص ۲۸۷

تغدو الغنم بالغداة فتمشی الی	کہ بکریاں صبح کو چرنے نکلیں اور رات تک
اللیل فما خلفت من الارض	چلتی پھرتی رہیں تو اس اثناء میں جتنی مسافت
وراءھا فهو لهم وقوله مبیتة	وہ طے کریں اتنی زمین ان کی ہے اور مبیتة
یقول حیث باتت	کا مطلب یہ ہے کہ جہاں وہ رات بسر کریں

لھٰذا ہم نے ترجمہ میں اسی عبارت کو سامنے رکھا ہے۔

فانہ آمن بامان اللہ ومحمد | کتاب کے مطبوعہ نسخہ میں آمن کی جگہ امرہ اور اللہ کی جگہ ابیہ غلط چھپ گیا ہے۔

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ | کاتبِ فرمان حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ مشہور صحابی اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ آپ کا لقب حواریٔ رسول اللہ اور کنیت ابوطاھر اور ابو عبداللہ ہے۔ شجرۂ نسب یہ ہے:

زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزّیٰ بن قصی بن کلاب القرشی الاسدی

خاندانِ نبوّت سے تعلق رکھتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے۔ سابقین اوّلین میں سے ہیں نو عمری ہی میں مشرف باسلام ہوگئے تھے۔ اسلام لانے کے بعد اپنے چچا کے ہاتھوں سخت اذیتیں اٹھائیں۔

صاحب الھجرتین ہیں یعنی مدینہ اور حبشہ دونوں جگہ ہجرت کرنے کا شرف حاصل ہے۔ مدینہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور حضرت مسلمہ بن سلام کے درمیان مؤاخاة کرادی تھی۔

تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے اور ہر موقع پر غیر معمولی کارنامے انجام دئے۔ غزوۂ خندق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فداك ابی وامّی (میرے ماں باپ تم پر قربان) کہتے ہوئے مخاطب کیا اور ارشاد فرمایا:

ان لکل نبی حواریا وحواری الزبیر [۱]	ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے میرے حواری زبیر ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جنگِ یرموک اور فتح فسطاط میں شریک ہوئے

---

[۱] البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۳۴۴

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارِ خلافت کے سلسلہ میں اپنی نیابت کے لئے جن چھ افراد کا انتخاب کیا تھا ان میں یہ بھی شامل تھے۔

جنگِ جمل سے کنارہ کشی کے بعد بصرہ جاتے ہوئے عمرو بن جرموز نے دھوکہ سے سجدہ کی حالت میں آپ کو شہید کر دیا تھا۔

حضرت علی کو آپ کے قتل کا انتہائی افسوس تھا۔ آپ نے قاتل کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا:

بشر قاتل بن صفیة بالنار[1] ابن صفیہ کے قاتل کو جہنم کی خوشخبری سنا دو

ابن کثیر، ابن سید الناس، ابن حدیدہ الانصاری اور دیگر مؤرخین نے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین میں شمار کیا ہے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

روی عتیق بن یعقوب بسندہ المتقدم ان الزبیر بن العوام ھو الذی کتب لبنی معاویة بن جرول الکتاب الذی امرہ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یکتبہ لھم[2]	عتیق بن یعقوب اپنی مذکورہ سند سے روایت کرتے ہیں کہ زبیر بن العوام ہی نے بنو معاویہ بن جرول کے اس مکتوب کو تحریر کیا تھا جس کے لکھنے کا آپ نے ان کے لئے حکم صادر فرمایا تھا۔

---

[1] البدایة والنہایة ج ۵ ص ۳۴۴۔ [2] ابن کثیر ج ۵ ص ۳۴۵ و بخاری کتاب المناقب

(۱۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ھٰذا کتاب من محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لعامر الاسود المسلم ان لہ ولقومہ طي ما اسلموا علیہ من بلادھم و میاھھم ما اقاموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ وفارقوا المشرکین۔

وکتب المغیرۃ۔

حضرت عامر الاسود کے نام

یہ تحریر ہے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے عامر اسود مسلم کے حق میں کہ اسلام لاتے وقت جو شہر اور چشمے ان کے اور ان کی قوم طی کے قبضے میں تھے، وہ انہیں کے ہیں بشرطیکہ وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور مشرکین سے قطع تعلق رکھیں۔ کاتب مغیرہ

یہ مکتوب جزء دیبل کے علاوہ طبقات ابن سعد[1]، اسد الغابہ[2] اور الاصابہ[3] میں بھی موجود ہے۔

حضرت عامر بن اسود رضی اللہ عنہ ان کا تفصیلی تذکرہ نہیں ملتا۔ حافظ ابن حجر نے ان کے تذکرہ میں صرف مندرجہ بالا مکتوب کے نقل پر اکتفا کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں

عامر بن اسود الطائی۔ لہ ذکر روی سعید بن اسکاب من طریق عبد الملک بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابیہ عن جدہ عن عمرو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتب لعامر بن الاسود بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ھٰذا کتاب من محمد رسول اللہ

عامر بن اسود طائی کا ذکر حدیث میں آتا ہے۔ سعید بن اسکاب نے بطریق عبد الملک بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابیہ عن جدہ عن عمرو بن حزم روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عامر بن اسود کے لئے درج ذیل مکتوب تحریر کیا:

---

[1] ج اق ۲ ص ۲۳ [2] [3] ص ۳-۲ ترجمہ عامر بن اسود

لعامر بن الاسود المسلم ان
له ولقومه على ما اسلموا
علیه من بلادهم ما اقاموا
الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ۔
وکتب المغیرۃ [1]

اس فرمان کے متن میں تصریح ہے کہ حضرت عامر بن اسود رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ طے سے ہے۔ علامہ ابن درید نے قبیلہ طے میں عامر بن جوین کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ رئیس اور سردار تھے چنانچہ وہ قبیلہ طے کے ذیل میں رقمطراز ہیں:

ومنھم عامر بن جوین وابنہ الاسود بن عامر کانا سیدین رائیسین [2]	قبیلہ طے میں عامر بن جوین اور ان کے بیٹے اسود بن عامر بھی ہیں۔ یہ دونوں رئیس اور سردار ہیں۔

علامہ ابن درید اسود کو عامر کا بیٹا بتاتے ہیں اور عامر کے والد کا نام جوین۔ جزء دیبلی کے متن میں عامر الاسود تحریر ہے جبکہ حافظ ابن حجر نے عامر بن الاسود تحریر کیا ہے۔

---

[1] ترجمہ عامر بن الاسود۔ [2] الاشتقاق ص ۳۹۱

بنو جوین | یہ امان نامہ بنو جوین کے نام ہے۔ حضرت عامر بن اسود رضی اللہ عنہ کے نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امان نامے کی تشریح میں یہ بات گزر چکی ہے کہ بنو جوین کا تعلق عرب کے مشہور قبیلہ بنو طے سے ہے بنو جوین کی اکثریت "تیماء" میں سکونت پذیر تھی۔ لغت اور جغرافیہ کی کتابوں بنو جوین کے ایک چشمے غوطہ کا بطور خاص ذکر کیا جاتا ہے۔ اس چشمے کا پانی اپنی نمکینی اور خرابی کی وجہ سے دور دور تک مشہور تھا۔

اس امان نامہ کا متن بھی قریب قریب وہی ہے جو بنو جرول کے امان نامے کا ہے۔

مبیتۃ | جزء دیبلی میں "عدوۃ الغنم من ورائھا مثبتۃ" طبع ہوا ہے جس کی تصحیح طبقات ابن سعد" کو سامنے رکھ کر کی گئی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ھٰذا کتاب من محمد النبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لبنی جوین الطائیین لمن اسلم منھم واقام الصلوٰۃ وآتی
الزکوٰۃ وفارق المشرکین واطاع اللہ ورسولہ واعطی من المغانم
خمس اللہ تعالیٰ وسھم رسولہ واشھد علی اسلامہ فان لہ امانا بامان
اللہ ومحمد بن عبد اللہ وان لھم ارضھم ومیاھھم التی اسلموا
علیھا وغدوۃ الغنم من ورائھا مبیتۃ۔ وکتب الزبیر۔

بنو جوین کے نام

یہ تحریر ہے محمد نبی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے بنو جوین
کے حق میں جو قبیلہ طے سے تعلق رکھتے ہیں کہ ان لوگوں میں سے جو بھی اسلام
لائے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور مشرکین سے قطع تعلق کرے
اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور مالِ غنیمت میں سے اللہ تعالیٰ
کے لئے خمس اور رسول کا حصہ ادا کرے اس کو اللہ اور محمد بن عبد اللہ کی امان
حاصل ہے اور ان کی زمینیں اور چشمے جو اسلام لاتے وقت ان کے قبضے
میں تھے انہیں کے رہیں گے۔ نیز ان کے علاوہ بکریاں صبح کو چرنے کے لئے جب
بستی سے باہر نکلیں اور چراگاہ کے بعد شام تک جہاں پہنچ کر رات بسر کریں
اتنی زمین اور ان کی ہے۔ کاتب زبیر

جز، دیبلی کے علاوہ اس مکتوب کا متن طبقات ابن سعد میں بھی موجود ہے

لہ ج ۱ ق ۲ ص۲۳

(۲۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ھذا کتاب من محمد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) لبنی
لبنی معن ثم الطائیین الثعلبیین ان لھم ما اسلموا علیہ من
بلادھم و میاھھم و غدوۃ الغنم من ورائھا مبیتۃ لا
یحاقھم فیھا احد ما اقاموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ واطاعوا اللہ
ورسولہ وفارقوا المشرکین واشھدوا علی اسلامھم وآمنوا السبیل
وکتب العلاء وشھد ۔

بنو معن کے نام

یہ تحریر ہے محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بنی معن کے حق میں جو قبیلہ طے سے ہیں ۔ اور پھر قبیلہ طے کی (مشہور) شاخ بنی ثعل سے ان کا تعلق ہو کہ اسلام لاتے وقت یہ جن شہروں اور چشموں کے مالک تھے وہ انہیں کے ہیں اور ان کے علاوہ صبح سے لیکر شام تک بکریاں چرتے چراتے جہاں پہنچ کر رات کو رہ سکیں اتنی زمین بھی ان کی ہے ۔ ان مذکورہ مواضع میں کوئی دوسرا ان کے خلاف اپنا حق نہیں جتا سکتا (یہ معاہدہ اس وقت تک ہے) جب تک یہ نماز قائم کرتے رہیں اور زکوٰۃ دیتے رہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہیں اور مشرکین سے قطع تعلق رکھیں اور اپنے اسلام پہ دوسروں کو گواہ رکھیں اور راستے میں امن و امان قائم رکھیں ۔

کاتب اور گواہ علاء ۔

جزء دیبلی کے علاوہ طبقات ابن سعد[1] میں بھی یہ مکتوب موجود ہے ۔

---

[1] ج ۱ ق ۲ ص ۲۳

بنی معن الطائیین جیسا کہ مکتوب میں تصریح ہے، بنو معن کا تعلق قبیلہ طے سے ہے۔ ان کا سلسلہ نسب غوث بن طے سے ملتا ہے۔ علامہ ابن حزم جمہرہ انساب العرب میں غوث بن طے کے ذیل میں لکھتے ہیں :

ولد الغوث بن طي عمرو بن الغوث	غوث بن طے کا لڑکا عمرو بن غوث ہے
فولد عمرو بن الغوث ثعل بن عمرو	عمرو بن غوث کا لڑکا ثعل بن عمرو ہے
وولد ثعل سلامان وجرول	اور ثعل کے لڑکے سلامان اور جرول
فمن بني سلامان بن ثعل بحتر	ہیں پھر بنو سلامان بن ثعل میں بحتر اور
ومعن وهما بطنان ضخمان وهما	معن ہیں یہ دونوں بڑے خاندان ہیں
ابنا عتود بن عنين بن سلامان بن	بحتر اور معن عتود بن عنین بن سلامان بن
ثعل [1]	ثعل کے بیٹے ہیں

الثعلبین کتاب کے مطبوعہ نسخہ میں الثعلبین کی جگہ البعلبین غلط چھپ گیا ہے۔

---

[1] جمہرۃ انساب العرب ص ۴۰۱

(۲۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هذا كتاب من محمد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) لاهل جرش ان لهم حماهم الذی اسلموا علیه فمن رعاه بغیر فساط (کذا) اهله فماله سحت وان زهیر بن الحماطة فان ابنه الذی کان فی خثعم فار مکسور (کذا) فانه علیهم ضامن وشهد عمر بن الخطاب ومعاویة بن ابی سفیان وکتب

اہل جرش کے نام

یہ تحریر ہے محمد نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے اہل جرش کے حق میں کہ اسلام لاتے وقت یہ جس محفوظ چراگاہ کے مالک تھے وہ انھیں کی رہے گی جس نے اس محفوظ چراگاہ میں اپنے خاندان کی وسیع زمین کو چھوڑ کر اپنے مویشی چرائے اس کا مال مویشی لینا جائز ہے اور زهیر بن الحماطہ کہ اس کا بیٹا قبیلہ خثعم میں فرار ہے اور شکستہ بال ہے وہ ان کا ضامن ہے۔ گواہ عمر بن الخطاب اور معاویہ بن ابی سفیان کاتب معاویہ۔

یہ مکتوب جزء دیبلی کے علاوہ ہمیں کسی اور کتاب میں نہ مل سکا اس لئے اس کی تصحیح نہیں ہوسکی۔ عبارت کا مطلب بھی پوری طرح واضح نہیں ہے۔ جزء الدیبلی میں فساط کا لفظ طبع ہوا ہے۔ فساط کی تحقیق کے لئے کتبِ لغت سے مراجعت کی گئی لیکن مناسب معنی متعین نہ ہوسکے۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے اس کو "بساط" کردیا ہے۔ صاحب مکاتیب الرسول نے اسی کو صحیح سمجھتے ہوئے وہ معنی کئے ہیں جو ہم نے ترجمہ میں لکھے ہیں۔ لیکن ہمیں اس پر شرح صدر نہیں ہے۔

اسی طرح جزء الدیبلی میں فار مکسور لکھا ہوا ہے لیکن ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے اپنے سلیقہ عربیت کی بناء پر اس کو فامسکوہ بنا دیا ہے اور صاحب مکاتیب الرسول نے اس جملہ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ زھیر بن حماطہ جس کے بیٹے نے قبیلہ خثعم میں کسی جنایت کا ارتکاب کیا ہے اس کی پاداش میں اس کے باپ زھیر کو پکڑ لو کیونکہ اس نے اپنے بیٹے کے بارے میں قبیلہ مذکور کو ضمانت دی ہے ہم نے "فار مکسور" کو سامنے رکھ کر ترجمہ کیا ہے مگر اس ترجمہ سے ہم مطمئن نہیں ہیں۔ غرض جب تک اس مکتوب کا اصل متن نہ مل جائے مطلب واضح ہوتا نظر نہیں آتا۔

علامہ زمخشری، مجدالدین، ابن الاثیر، ابن منظور اور دیگر لغویین نے "سحت" اور "ثورہ" کے تحت "اھل جرش" کے نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مکتوب کا ذکر کیا ہے اور اس کے ذیل میں تحریر کیا ہے کہ آپ نے اہل جرش کے گھوڑوں، سواریوں اور بیلوں کے لئے ایک چراگاہ عطا فرمائی تھی۔ لیکن جزء الدیبلی میں جو متن ہے وہ عام مویشیوں کے لئے ہے۔

جرش یمن کا ایک بہت بڑا شہر ہے جس کے گرد شہر پناہ تھی۔ علامہ یاقوت اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

جرش بالضم ثم الفتح وشین معجمة من مخالیف الیمن من جهة مكة وهی فی الاقلیم الاول طولها خمس وستون درجة وعرضها سبع عشرة درجة وقیل ان جرش مدینة عظیمة بالیمن وولایة واسعة[1] الخ	جرش بضم میم وفتح راء وشین معجمہ مکہ کی سمت میں یمن کے مخالیف میں سے ایک مخلاف ہے یہ اقلیم اول میں پینسٹھ درجہ طول بلد اور سترہ درجہ عرض البلد پر واقع ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ ایک بہت بڑا شہر اور وسیع صوبہ ہے۔

---

[1] معجم البلدان باب جرش۔

جرش سنہ ۱۰ ہجری میں اسلام کے زیرنگیں آگیا تھا۔ مؤرخین کے اس بارے میں متضاد بیانات ہیں کہ اہل جرش بغیر لڑے بھڑے مسلمان ہو گئے تھے یا ان سے جہاد کی نوبت آئی تھی۔ بلاذری[1] اور یاقوت[2] کے بیانات سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ لڑائی کی نوبت نہیں آئی تھی۔ اس کے برخلاف سیرت ابن ھشام[3]، طبقات ابن سعد[4] اور دیگر کتب تاریخ میں جہاں اہل جرش کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آمد کا ذکر ہے وہیں یہ تصریح بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صرد بن عبداللہ الازدی کو یمن کے مشرکین کی سرکوبی پر مامور فرمایا تھا۔ چنانچہ یمن کے مختلف علاقوں میں جہاد کرتے ہوئے جرش بھی گئے تھے۔ جب اہل جرش کو ان کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ قبیلہ خثعم کی معیت میں قلعہ نشین ہو گئے۔ حضرت صرد بن عبداللہ الازدی نے ایک ماہ تک محاصرہ جاری رکھا لیکن جب کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو سکا تو واپس ہو گئے۔ اہل جرش نے اس واپسی کو کمزوری پر محمول کیا اور حضرت صرد بن عبداللہ کا تعاقب کیا۔ چنانچہ موضع کشر میں لڑائی ہوئی۔ اس سے پہلے اہل جرش نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو آدمی بھیجے۔ یہ جب خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو۔ انہوں نے عرض کیا موضع کشر کے آپ نے ارشاد فرمایا وہ کشر نہیں بلکہ شکر ہے۔ ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کیا کہ اس وقت وہاں کی صورت حال کیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہاں سخت معرکہ برپا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ان کے حق میں دعا فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے دعا فرمائی۔ پھر جب یہ واپس ہوئے تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اس وقت اہل جرش اور حضرت صرد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مابین جنگ ہو رہی تھی۔ اس جنگ کے بعد

---

[1] تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو فتوح البلدان ص ۶۶۔ [2] معجم البلدان باب جرش
[3] سیرت ابن ھشام ج ۴ ص ۵۸۶ [4] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۳۷

اہل جرش کا ایک وفد خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور پورا کا پورا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

فمن رعاہ بغیر فساط اھلہ جزء الدیبلی میں یہ جملہ اسی طرح منقول ہے۔

علامہ زمخشری، مجد الدین ابن الاثیر اور دیگر لغویین نے اس مکتوب کے جو بعض الفاظ نقل کئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل لفظ بغیر بساط اھلہ کی بجائے من الناس ہے۔ چنانچہ علامہ ابن الاثیر سحت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

فیہ انہ احمی لجرش حمی وکتب لھم بذلک کتابا فیہ فمن رعاہ من الناس فمالہ سحت[1]	حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل جرش کے لئے ایک چراگاہ مخصوص فرمائی اور ان کے لئے اس بارے میں ایک فرمان لکھا جس میں یہ الفاظ تھے کہ لوگوں میں سے جس نے بھی اپنے مویشی اس چراگاہ میں چرائے اس کا مال ھدر ہے (یعنی اس کے مویشی ضبط کر لئے جائیں گے)

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب اور حسین علی صاحب نے فساط کو بساط تحریر کیا ہے۔ ان دونوں حضرات نے یہ نہیں تحریر کیا کہ یہ تصحیح انہوں نے کس بنیاد پر کی ہے سحت کے لغوی معنی ہلاک کرنے اور ختم کرنے کے ہیں۔ عربی میں کہا جاتا ہے "مالہ سحت" یعنی فلاں شخص کا مال اگر کسی سے ضائع ہو جائے تو اس پر کوئی تاوان لازم نہیں آئے گا۔ اسی طرح کہا جاتا ہے "دمہ سحت" یعنی فلاں کا خون ہدر ہے۔ کہ اگر کوئی شخص اس کو قتل کر دے تو اس پر کوئی ذمہ داری عائد نہ ہوگی۔

زھیر بن الحماطۃ علامہ یاقوت نے معجم البلدان میں زھیر بن الحماطۃ کا ذکر کیا ہے اور ان کا سلسلۂ نسب حمیر بن سبا سے ملایا ہے چنانچہ بنو جرش کے سلسلۂ نسب کو جو حمیر بن سبا میں سے ہیں ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

والی ھذہ القبیلۃ ینسب الغاز بن ربیعۃ — اسی قبیلہ کی طرف غاز بن ربیعہ بن عمرو بن عوف

---

[1] النہایۃ مادہ سحت۔

بن عمرو بن عوف بن زھیر	بن زھیر بن حماطہ بن ربیعہ ذی خلیل
بن حماطۃ بن ربیعۃ ذی خلیل	بن جرش بن اسلم منسوب ہیں۔
بن جرش بن اسلم[1]	

فار مکسور جزء دیبلی کے مطبوعہ نسخے میں اسی طرح تحریر ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی تصریح کے مطابق جزء دیبلی کے خطی نسخے میں بھی (جو علامہ ابن طولون کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے) یہی الفاظ درج ہیں۔ اصل لفظ کیا ہے اس بارے میں کوئی فیصلہ مشکل ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب اور علی حسین علی صاحب نے اسے " فامسکوہ " نقل کیا ہے۔ مفہوم کی وضاحت اس سے بھی نہیں ہوتی ہے۔

---

[1] معجم البلدان۔ مادہ جرش۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ھٰذا ما اعطی محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
الزبیر اعطاہ سوارق کلہ اعلاہ واسفلہ ما بین مورح القریۃ
الی موقت الی حین الملحمۃ لا یحاقہ فیہا احدٌ وکتب علی

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے نام

یہ وہ عطیہ ہے جو محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے زبیر کو دیا آپ نے ان کو سوارق سارا کا سارا اس کا بالائی اور زیریں حصہ قریہ مورح کے درمیان سے موقت تک اور وہاں سے حین ملحمہ تک عطا کیا ان کے مقابلہ میں کوئی دوسرا اپنا حق نہیں جتائے گا۔ کاتب علی۔

طبقات ابن سعد میں اس مکتوب کا متن مختصر ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ھٰذا کتاب من محمد رسول اللہ
للزبیر بن العوام انی اعطیتہ شواق لا یحاقہ فیہ احد۔
وکتب علی [1]

سوارق ایک وادی کا نام ہے یہ موضع "سوارقیہ" کے قریب مدینہ کے نواح میں واقع ہے۔ طبقات ابن سعد میں "شواق" چھپا ہے جو ہمارے خیال میں صحیح نہیں ہے۔

مورح، موقت اور حین الملحمۃ کے بارے میں اپنی استطاعت کے مطابق جغرافیہ اور لغت کی کتابوں سے مراجعت کی گئی لیکن کچھ مطلب حل نہ ہوا۔

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۲۷۳

ممکن ہے طباعت میں غلطی ہو گئی ہو۔

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس جاگیر کے علاوہ دیگر مقامات پر بھی زمین اور باغات عطا فرمائے تھے جس کا تذکرہ احادیث کی کتابوں میں موجود ہے۔ امام ابو یوسف کتاب الخراج میں تحریر فرماتے ہیں :

حدثنا ابو معاویۃ عن هشام بن عروۃ عن ابیه قال اقطع رسول الله صلی الله علیه وسلم الزبیر ارضا فیها نخل من اموال بنی النضیر وذکر انها کانت ارضا یقال لها الجرف ؎	ہم سے ابو معاویہ نے ہشام بن عروہ کے حوالے سے یہ بیان کیا کہ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں (امام ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ ابو معاویہ کے علاوہ دوسرے صاحب اس کو اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے متصلاً روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رض کو بطور جاگیر خیبر میں زمین عطا فرمائی تھی جس میں کھجوروں کا باغ تھا۔

امام ابو داؤد نے بھی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو جاگیر عطا کئے جانے کے سلسلہ میں ایک حدیث نقل کی ہے۔

حدثنا احمد بن حنبل قال حدثنا حماد بن خالد عن عبد الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر ان النبی صلی الله علیه وسلم اقطع الزبیر حضر فرسه	ہم سے امام احمد بن حنبل نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حماد بن خالد نے بیان کیا ان سے نافع نے ان سے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو گھوڑے کی ایک دوڑ کے

؎ ص ۲۷۳

فاجری فرسہ حتی قام ثم رمی بسوطہ فقال اعطوہ من حیث بلغ السوط [1]

برابر زمین عطا فرمائی۔ چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھوڑے کو دوڑایا اور جب وہ دوڑ لگا کر کھڑا ہو گیا تو حضرت زبیر نے اپنا کوڑا پھینکا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو اتنی زمین دیدو جتنی دور ان کا کوڑا پہنچا ہے۔

---

[1] باب فی اقطاع الارضین

(۲۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ھٰذا ما اعطی محمد النبی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وقاص بن قمامۃ وعبد اللہ بن قمامۃ السلمیین ثم بنی حارثۃ اعطاھم المجدب وھو ما بین الھد الی الوابدۃ ان کانا صادقین

حضرت وقاص بن قمامہ اور عبداللہ بن قمامہ کے نام

یہ وہ عطیہ ہے جو محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وقاص بن قمامہ اور عبداللہ بن قمامہ کو دیا جو سلمی ہیں اور اس قبیلہ کی شاخ بنو حارثہ سے تعلق رکھتے ہیں آپ نے ان کو مجدب دیا یہ "ھد" اور وابدہ کے درمیان ہے بشرطیکہ یہ دونوں صادق ہوں۔

حضرت وقاص بن قمامہ اور حضرت عبداللہ بن قمامہ رضی اللہ عنہما کتاب کے مطبوعہ نسخے میں قماص بن حمامہ اور عبداللہ بن حمامہ تحریر ہے جو صحیح نہیں۔ "اسد الغابہ" اور "الاصابہ" میں ان دونوں ناموں سے کسی صحابی کا ذکر نہیں ملتا۔ البتہ "وقاص بن قمامہ" اور "عبداللہ بن قمامہ" کے نام سے علامہ ابن الاثیر اور علامہ ابن حجر نے دو صحابیوں کا تذکرہ کیا ہے اور اس سلسلہ میں اسی مکتوب کا حوالہ دیا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن الاثیر لکھتے ہیں:

وقاص بن قمامۃ وعبد اللہ بن قمامۃ السلیمانیین من بنی حارثۃ لھما ذکر فی حدیث عمرو بن حزم اخرجہ ابو موسٰی مختصرًا[1]

وقاص بن قمامہ اور عبداللہ بن قمامہ سلیمانی جو بنو حارثہ میں سے ہیں ان دونوں کا حضرت عمرو بن حزم کی حدیث میں ذکر ہے جس کو ابو موسیٰ نے مختصراً روایت کیا ہے۔

اور حافظ ابن حجر نے اس مکتوب کے سلسلہ میں مزید تفصیل بیان کی ہے۔

[1] اسد الغابہ ترجمہ وقاص بن قمامہ

چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

عبد اللہ بن قمامۃ السلمی اخو وقاص ۔ روی ابن مندہ من طریق عتیق بن یعقوب عن عبد الملک بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابیہ عن جدہ عن عمرو بن حزم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کتب لوقاص وعبد اللہ ابنی قمامۃ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ھٰذا ما اعطی محمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقاص بن قمامۃ وعبد اللہ بن قمامۃ السلمیین من بنی حارثۃ ۔ فذکر حدیثا وحکاہ ابو نعیم من روایۃ عتیق فقال عبد اللہ بن قدامۃ [1]	عبد اللہ بن قمامۃ السلمی یہ وقاص کے بھائی ہیں۔ ابن مندہ عتیق بن یعقوب سے اور وہ عبد الملک بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے اور عبد الملک اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے اور وہ عمرو بن حزم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وقاص اور عبد اللہ پسران قمامہ کے لئے درج ذیل فرمان لکھوایا : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ یہ وہ عطیہ ہے جو محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وقاص بن قمامہ اور عبد اللہ بن قمامہ سلمیین کو جو بنی حارثہ میں سے ہیں دیا ۔ اس کے بعد انہوں نے حدیث بیان کی اور ابو نعیم نے عتیق بن یعقوب کے حوالے سے عبد اللہ بن قدامہ بیان کیا ہے ۔

حافظ ابو نعیم اصفہانی کی روایت میں ان کی والدہ کا نام قمامہ کی بجائے قدامہ آیا ہے ۔ لیکن حافظ ابو موسیٰ مدینی اور حافظ ابن مندہ کی روایات "جزء الدیبلی" کے مطابق ہے "جزء الدیبلی" میں طباعت کی غلطی سے قمامہ کا حمامہ بن گیا ہے اور قمامہ کی صحت کا قرینہ یہ ہے کہ عبد اللہ بن قدامہ سعدی ہیں اور ان کا شمار قریش کے

---

[1] الاصابہ ترجمہ عبد اللہ بن قمامہ

مشہور قبیلہ بنو عامر بن لوی میں سے ہے اور عبد اللہ بن قمامہ سلیمی ہیں اور اس قبیلہ کی مشہور شاخ بنو حارثہ سے ان کا تعلق ہے۔ چنانچہ تاریخ یعقوبی میں وفودِ عرب کی خدمتِ نبوی میں حاضری کے سلسلہ میں مذکور ہے :

وسلیم ورئیسهم وقاص بن قمامة۔ (تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۶۳)	یعنی قبیلہ سلیم کا وفد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جس کے رئیس وقاص بن قمامہ تھے۔

السلمیین | کتاب کے مطبوعہ نسخے میں نسبت شامیین ثم بنی حارثہ ہے۔ "اسد الغابہ" میں السلیمانیین "السلمی" اور "السعدی" تینوں نسبتیں مختلف جگہوں میں تحریر ہیں۔ صحیح نسبت "السلمی" ہے۔ یہ قبیلہ بنو سلیم کی شاخ بنو حارثہ میں سے ہیں۔ حافظ ابن مندہ، حافظ ابو نعیم اور حافظ ابن حجر نے بھی ان کو بنو سلیم میں شمار کیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے ابن مندہ کے حوالہ سے اس مکتوب کی جو سند نقل کی ہے اس میں بھی صاف لفظوں میں "السلمیین من بنی حارثہ" کے الفاظ موجود ہیں۔ حافظ ابن الاثیر نے "السعدی" جو نسبت بیان کی ہے اس کے بارے میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ "عبد اللہ بن قدامہ السعدی" یہ نہیں ہیں جن کے نام مکتوب تحریر کروایا گیا ہے بلکہ وہ اور شخص ہیں چنانچہ حافظ صاحب لکھتے ہیں :

وجزم ابن الاثیر بانه عبد الله بن قدامة السعدی ولیس کذلك فیما یظهر لی لان فی سیاق قصة هذا انه سلمی من بنی حارثة وابن السعدی من بنی عامر بن لؤی من قریش فکیف یکونان واحدًا۔ لـه	ابن الاثیر نے ان کو عبد اللہ بن قدامہ السعدی سمجھا ہے حالانکہ میری رائے میں ایسا نہیں ہے اس لئے کہ اس قصے کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ "سلمی اور بنو حارثہ میں سے ہیں جبکہ ابن السعدی بنو عامر بن لوی سے ہیں جو قریش سے تعلق رکھتے ہیں۔ پھر یہ دونوں ایک کیسے ہو سکتے ہیں۔

اس مکتوب کے تینوں مقامات "محدب" "ہد" اور وابدہ کے بارے میں کتبِ جغرافیہ میں ہمیں کچھ نہیں مل سکا۔

(۲۵)

حضرت عمرو بن حزم انصاری کے نام

ان ھٰذا عھد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حین ارسلہ (عمرو بن حزم) الی الیمن۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

ھٰذا بیان من اللّٰہ ورسولہٗ[1] یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ[2] عھد من عند النبی[3] (صلی اللّٰہ علیہ وسلم) لعمرو بن حزم الانصاری[4] حین بعثہ الی الیمن

یہ فرمان اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ہے، اے ایمان والو! اپنے عہدوں کو پورا کرو۔ یہ وہ عہد نامہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عمرو بن حزم انصاری کو یمن روانہ کرتے وقت تحریر کیا گیا۔

(۱) اَمَرہ بتقوی اللّٰہ فی امرہ کلہ فَاِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ[5]

آپ نے ان کو ہر معاملہ میں اللہ کے احکام کے لحاظ رکھنے کا حکم دیا کیونکہ اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور نیک راہ پر چلتے ہیں

(۲) وامرہ ان یاخذ الحق کما امرہ اللّٰہ[6]

آپ نے ان کو حکم دیا کہ اللہ کے حکم کے مطابق جو حق بنتا ہے وہ وصول کریں

---

[1] البدایہ والنہایہ میں ھٰذا کتاب من اللّٰہ ورسولہ تحریر ہے اور تنویر الحوالک میں ھٰذا کتاب رسول اللّٰہ ہے۔

[2] سورۃ المائدہ آیت نمبر ۱

[3] البدایہ اور تنویر الحوالک میں عھد امن رسول اللّٰہ ہے

[4] کتاب کے مطبوعہ نسخے میں عمرو بن حرام الانصاری چھپ گیا ہے، جو درست نہیں ہے۔

[5] سورۃ ھود آیت ۱۲۸

[6] البدایہ والنہایہ میں ان یأخذ بالحق ہے۔

(۳) وان یبشّر الناس بالخیر ویأمرھم بہ	لوگوں کو کارِ خیر پر بشارت دیں اور ان پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کریں۔
(۴) ویعلّم الناس القرآن ویفقّھھم فیہ[۱]	اور قرآن مجید کی تعلیم دیں اور اس کا تفقہ ان میں پیدا کریں (یعنی اس کے احکام کی سمجھ ان میں پیدا کریں)
(۵) وینھی الناس ان لایمسّ[۲] احد القرآن الا وھو طاھر	لوگوں کو منع کریں کہ کوئی شخص بغیر طہارت (وضو) قرآن مجید کو نہ چھوئے۔
(۶) ویخبر الناس بالذی لھم والذی علیھم	لوگوں کو ان کے حقوق و فرائض بتائیں۔
(۷) ویلین للناس[۳] فی الحق	حق وصول کرنے میں نرمی کا معاملہ اور برتاؤ کریں
(۸) ویشتدّ علیھم فی الظلم وان اللہ کرہ الظلم[۴] ونھی عنہ فقال اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ[۵]	ظلم کے معاملہ میں سختی سے دار و گیر کریں کیونکہ اللہ کو ظلم ناپسند ہے اور اس سے اس نے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے خبردار اللہ کی ظالموں پر لعنت ہے
(۹) ویبشّر الناس بالجنۃ وبعملھا[۶]	لوگوں کو جنت اور اس کے اعمال پر بشارت دیں
(۱۰) وینذر الناس بالنار وبعملھا[۷]	اور دوزخ اور اس کے اعمال سے ڈرائیں

---

[۱] کتاب کے مطبوعہ نسخے میں و یشفقھم فیہ چھپ گیا ہے۔ البدایہ میں و یفقھھم فی الدین ہے
[۲] کتاب کے مطبوعہ نسخے میں فلا یمسّ چھپا ہے۔ موطّا میں ان لا یمسّ القرآن ہے۔ البدایہ اور تنویر الحوالک میں فلا یمس احد القرآن ہے۔
[۳] البدایہ والنہایہ اور تنویر الحوالک میں و یلین لھم ہے۔
[۴] البدایہ میں حرم الظلم ہے اور آیت کے بعد اَلَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کا مزید اضافہ ہے۔
[۵] سورۃ النحل آیت نمبر ۱۲۸
[۶] البدایہ میں ان یبشّر ہے
[۷] البدایہ اور تنویر الحوالک میں ینذر الناس النار وعملھا جبکہ کتاب کے مطبوعہ نسخے میں وبعلھا چھپ گیا ہے۔

(۱۱) ویستالف الناس حتی یفقهوا[1] فی الدین — لوگوں سے الفت اور محبت کا برتاؤ کریں کہ ان میں دین کی سمجھ پیدا ہو جائے۔

(۱۲) ویعلم الناس معالم الحج وسننہ وفرائضہ وما امر اللہ بہ والحج الاکبر والحج الاصغر وھو العمرۃ[2] — لوگوں کو حج کے بنیادی مسائل، اس کے سنن و فرائض اور اوامر حج اکبر حج اصغر یعنی عمرہ کے تفصیلی احکام بتائیں

(۱۳) وینھی الناس ان یصلی احد[3] فی ثوب واحد صغیر الا ان یکون ثوبا واحدا[4] یثنی طرفیہ علی عاتقیہ[5]۔ — لوگوں کو منع کریں کہ کوئی شخص بھی صرف ایک چھوٹے سے کپڑے میں نماز نہ پڑھے الا یہ کہ وہ ایک کپڑا اتنا بڑا ہو کہ اس کے دونوں کنارے کندھوں کو ڈھانپ لیں۔

(۱۴) وینھی ان یحتبی احد[6] فی ثوب واحد یفضی بفرجہ الی السماء[7]۔ — لوگوں کو اس سے منع کریں کہ وہ ایک کپڑے میں اسطرح اکڑوں بیٹھیں کہ ان کی شرمگاہ اوپر سے نظر آنے لگے۔

(۱۵) ولا یعقص احد شعر رأسہ اذا اعفاہ[8] فی قفاہ — کوئی شخص اپنے سر کے بالوں کا جوڑا بنا کر اسے گدی پر نہ لٹکائے۔

---

[1] البدایہ والنہایہ میں حتی یتفقھوا ہے

[2] تنویر الحوالک میں وما امر اللہ تا وھو العمرۃ حذف ہو گیا ہے۔ البدایہ میں وما امر اللہ بہ والحج الاکبر الحج والحج الاصغر العمرۃ ہے۔

[3] البدایہ اور تنویر الحوالک میں الرجل ہے

[4] البدایہ اور تنویر میں الا ان یکون واسعا ہے۔

[5] البدایہ اور تنویر میں فیخالف بین طرفیہ علی عاتقیہ ہے۔

[6] البدایہ اور تنویر میں الرجل ہے۔

[7] تنویر میں و یفضی الی السماء بفرجہ ہے۔

[8] البدایہ میں ولا ینقض شعر رأسہ اذا اعفی ہے اور تنویر میں ولا یعقص شعر رأسہ اذا اعفا ہے

(۱۶) وینھی اذا کان بین الناس صلح عن الدعاء الی القبائل والعشائر[1]

جب لوگوں کے درمیان صلح ہونے لگے تو کوئی شخص بھی اپنے قبیلہ اور خاندان کی جے نہ لگائے

(۱۷) ولیکن دعاؤھم الی اللہ وحدہ لاشریك له

بلکہ سب کی پکار صرف اللہ وحدہ لاشریک ہی کے لئے ہو۔

(۱۸) فمن لم یدع الی اللہ ودعا الی العشائر والقبائل فلیعطفوا بالسیف حتی یکون دعاؤھم الی اللہ وحدہ لاشریك له

جو اللہ کی طرف دعوت کو چھوڑ کر قبائل اور خاندان کی طرف بلائے اس کا علاج تلوار سے کیا جائے یہاں تک کہ اس کی پکار اللہ وحدہ لاشریک کے لئے ہو جائے۔

(۱۹) ویأمر الناس باسباغ الوضوء وجوھھم وایدیھم الی المرافق وارجلھم الی الکعبین

لوگوں کو حکم دیا جائے کہ وضو اچھی طرح کریں اور اپنے پورے چہرے پر پانی بہائیں اور ہاتھوں کو کہنیوں تک اور پیروں کو ٹخنوں تک دھوئیں اور

(۲۰) ویمسحوا برؤسھم کما امر اللہ[2]

اللہ کے حکم کے مطابق اپنے سر کا مسح کریں

(۲۱) وامرہ بالصلوٰۃ لوقتھا و اتمام الرکوع والخشوع[3]

اور ان کو حکم دیا کہ نماز وقت پر ادا کریں رکوع پوری طرح کریں اور نماز میں خشوع کا خیال رکھیں

(۲۲) ویغلس بالصبح[4]

صبح کی نماز اندھیرے منہ پڑھیں۔

(۲۳) ویھجر بالھاجرۃ حتی تمیل الشمس

اور ظہر کی نماز آفتاب ڈھلنے سے پہلے جلدی ادا کریں۔

---

[1] البدایہ اور تنویر میں وینھی الناس ان کان بینھم ھیج ان یدعوا الی القبائل ہے

[2] البدایہ اور تنویر میں ان یمسحوا رؤسھم کما امرھم اللہ ہے

[3] البدایہ میں والسجود ہے۔

[4] تنویر اور البدایہ میں ان یغلس ہے۔

(۲۴) وصلوٰۃ العصر والشمس فی الارض مدبرۃ [1] — اور عصر کی نماز ایسے وقت میں پڑھی جائے کہ دھوپ ڈھل جائے۔

(۲۵) والمغرب حین یقبل اللیل ولا یؤخر [2] حتی تبدو النجوم فی السماء۔ — اور رات کی آمد کے ساتھ ہی مغرب ادا کر لی جائے اور ایسے ستاروں کے آسمان میں نمایاں ہونے تک مؤخر نہ کیا جائے۔

(۲۶) والعشاء اول اللیل — عشاء رات کے اوائل میں پڑھی جائے۔

(۲۷) وامرہ بالسعی الی الجمعۃ اذا نودی لہا [3] — اور حکم دیا جوں ہی جمعہ کی اذان ہو فوراً جمعہ کے لئے نکل کھڑا ہوا جائے۔

(۲۸) والغسل عند الرواح [4] — نماز جمعہ کے لئے روانہ ہونے سے پہلے غسل کیا جائے۔

(۲۹) وامرہ ان یأخذ من المغانم خمس اللہ [5] — اور حکم دیا کہ مال غنیمت میں اللہ کے لئے پانچواں حصہ لیا جائے۔

(۳۰) وما کتب علی المؤمنین فی الصدقۃ من العقار عشر ما سقی البعل [6] وما سقت السماء — جو زمین پانی کے کنارے ہو یا بارانی ہو اس کی پیداوار میں دسواں حصہ بطور زکوٰۃ فرض ہے۔

(۳۱) وعلی ما سقی الغرب نصف العشر — جو زمین ڈول سے سیراب کی جائے اس پر نصف عشر ہے۔

---

[1] کتاب کے مطبوعہ نسخے میں مؤیدۃ چھپ گیا ہے جو درست نہیں ہے۔ تنویر میں مدبرۃ ہے اور البدایہ میں مبدرۃ ہے۔

[2] تنویر اور البدایہ میں لا تؤخر ہے۔

[3] یہ جملے البدایہ میں منقول نہیں ہیں۔ تنویر الحوالک میں وامرھم بالسعی الی الجمعۃ اذا نودی بہا۔

[4] البدایہ میں یہ جملہ بھی محذوف ہے۔ تنویر میں والغسل عند الرواح الیہا ہے

[5] البدایہ میں من ہے۔

[6] البدایہ فیما سقی المغل وفیما سقت السماء العشر ہے اور تنویر میں فیما سقت السماء العشر اور ما سقی البعل محذوف ہو گیا ہے۔

(۳۲) وفی کل عشرمن الابل شاتان وفی کل عشرین[1] من الابل اربع شیاہ[2] — مویشیوں میں ہر دس اونٹوں پر دو بکریاں ہیں اور ہر بیس اونٹوں پر چار بکریاں ہیں۔

(۳۳) وفی کل اربعین من البقر بقرۃ[3] وفی کل ثلاثین من البقر تبیع جذع[4] اوجذعۃ — ہر چالیس گایوں پر ایک گائے اور ہر تیس گایوں پر ایک سالہ بچہ نر یا مادہ

(۳۴) وفی کل اربعین من الغنم سائمۃ وحدھا[5] شاۃ — ہر چالیس بکریوں پر جو جنگل میں چرنے والی ہوں ایک بکری ہے۔

(۳۵) فانھا فریضۃ اللہ التی افترض علی المؤمنین فی الصدقۃ[6] فمن زاد خیرا فھو خیر لہ[7] — یہ صدقات کے ذیل میں اللہ کا مقرر کردہ ہے جو اس نے مؤمنین پر فرض کیا ہے جو مزید خیرات کرے تو اس کے لئے اور زیادہ اچھا

---

[1] لفظ کل البدایہ میں موجود نہیں ہے
[2] لفظ شیاہ تنویر میں نہیں ہے۔
[3] مذکورہ جملہ البدایہ اور تنویر میں بعد والے جملے کے بعد ہے
[4] البدایہ اور تنویر میں لفظ تبیعۃ کا یہاں اضافہ ہے۔
[5] لفظ وحدھا تنویر میں نہیں ہے۔
[6] فی الصدقۃ البدایہ میں ساقط ہے۔
[7] لفظ خیرا البدایہ اور تنویر میں نہیں

(۳۶) وانہ من اسلم من یھودی اونصرانی اسلاماً خالصاً من نفسہ ودان دین الاسلام فانہ من المؤمنین لہ مثل مالھم وعلیہ[1] ماعلیھم	یہود اور نصاریٰ میں سے جو خلوصِ دل سے ایمان لے آئے اور اسلام کو بطور دین قبول کر لے، اس کا شمار مومنین میں ہوگا اور اس کے حقوق و فرائض وہی ہوں گے جو دیگر مسلمانوں کے ہیں۔
(۳۷) ومن کان علیٰ نصرانیۃ اویھودیۃ[2] فانہ لا یفتتن علیھا[3]	جو یہودیت اور نصرانیت پر قائم رہنا چاہے اسے اس کے مذہب کے سلسلہ میں کسی آزمائش میں مبتلا نہ کیا جائے۔
(۳۸) وعلیٰ کل حالم ذکر او انثیٰ حر او عبدٍ دینار واف وعرضہ ثیاباً[4]	ان میں سے ہر عاقل بالغ مرد، عورت، آزاد اور غلام پر ایک پورا دینار یا اس کی قیمت کا کپڑا ہے۔
(۳۹) فمن ادی ذٰلک فان لہ ذمۃ اللّٰہ وذمۃ رسولہ	جو یہ رقم ادا کر دے وہ اللہ اور اس کے رسول کی امان میں ہے۔
(۴۰) ومن منع ذٰلک فانہ عدو للّٰہ ولرسولہ وللمؤمنین جمیعاً[5]	اور جو یہ رقم ادا کرنے سے انکار کرے اس کا شمار اللہ اور اس کے رسول اور جملہ مؤمنین کے دشمنوں میں ہے۔

---

[1] لفظ "مثل" البدایہ اور تنویر میں نہیں ہے۔

[2] البدایہ میں نصرانیتہ اور یھودیتہ ہے۔

[3] البدایہ اور تنویر میں لا یغیر عنھا ہے

[4] البدایہ اور تنویر میں من الثیاب ہے

[5] البدایہ اور تنویر میں عدو اللّٰہ ورسولہ والمؤمنین ہے۔

یہ جزء دیبلی کا آخری مکتوب ہے جو قدرے طویل ہے اور عہد کی صورت میں ہے۔ اس کا مکمل متن علامہ سیوطیؒ[۱] اور حافظ ابن کثیرؒ[۲] نے دلائل النبوۃ بیہقی کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور علامہ ابن طولونؒ[۳] نے اسے ابن اسحٰقؒ کے حوالہ سے روایت کیا ہے۔

اس مکتوب کے متفرق اجزاء موطا امام مالکؒ[۴]، سنن نسائیؒ[۵]، سنن کبریٰ بیہقیؒ[۶] اور مستدرکؒ[۷] میں بھی موجود ہیں۔ نیز اس کے بعض اجزاء حافظ ابن حجرؒ[۸] نے مسند اسحاق بن راہویہ کے حوالہ سے المطالب العالیہؒ میں بھی نقل کئے ہیں۔

جہاں تک اس کی اسناد اور صحت کا تعلق ہے تو حافظ بوصیریؒ نے اس کے جملہ رواۃ کو ثقہ بتایا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں

رواہ اسحٰق ورجالہ ثقات وابن حبان فی صحیحہ مطولا ورواہ البیہقی ایضاً[۹]

اس کو اسحٰق بن راہویہ نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔ نیز ابن حبان نے اس کا طویل متن اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔ مزید برآں بیہقی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

یہ مکتوب مسنداً اور مرسلاً دونوں صورتوں میں روایت کیا گیا ہے علامہ ابن عبد البر نے اسے حدیثِ متواتر کے مشابہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ تحریر کرتے ہیں

لاخلاف عن مالك فی ارسال هذا الحدیث

امام مالک سے اس حدیث کو مرسلاً روایت کرنے میں کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے۔

---

۱ تنویر الحوالک شرح موطا امام مالک ص۲۰۴ ۲ البدایہ والنہایہ ج ۵ ص۷۶
۳ اعلام السائلین ص۲۵ ۔ ۴ ص۲۰۲ ۵ ج ۲ ص۲۵ ۶ کتاب الزکوٰۃ ۔
۷ ج ۴ ص۹۰ ۸ ج ۱ ص۲۹۰ ۹ ملاحظہ ہو حاشیۃ المطالب العالیہ ج۱ ص۲۹۰ و ص۲۳۱

اس کے علاوہ بھی دیگر ہدایات دی گئیں۔ ان حضرات نے آپ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے فوراً اسلام قبول کر لیا اور اس سلسلہ میں ایک عہد نامہ تحریر کروا کر حضرت مالک بن مرارہ الرہاوی رضؓ کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ارسال کیا۔ آپ نے ان کے سفیر کا غایت درجہ اکرام کیا اور حضرت بلال رضؓ کو خصوصی طور پر ان کی ضیافت پر مامور فرمایا۔ چنانچہ علامہ ابن سعد لکھتے ہیں :۔

وقدم على رسول الله صلى الله عليه وسلم مالك بن مرارة الرهاوي رسول ملوك حمير بكتابهم واسلامهم وذلك في شهر رمضان سنة تسع فامر بلالا ان ينزله ويكرمه ويضيفه [1]۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سفیر ملوکِ حمیر مالک بن مرارہ رہاوی ان کا خط اور ان کے اسلام لانے کی اطلاع لیکر حاضر ہوئے یہ واقعہ سنہ ۹ ہجری رمضان کا ہے۔ آپ نے حضرت بلال کو ان کی ضیافت اور اکرام پر مامور کیا۔

علاوہ ازیں جیسا کہ ہم نے سابق میں تحریر کیا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نعمان قیل ذی رعین و معافر و ہمدان اور زرعہ ذی یزن کے نام بھی مکاتیب ارسال فرمائے تھے جس میں ان کو اسلام کی دعوت دی گئی تھی ان حضرات نے بھی حضرت مالک بن مرارہ الرہاوی کے ذریعہ اپنے اسلام لانے کی اطلاع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھجوائی تھی۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کے مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد مزید تعلیمات اسلامی سے آگاہی اور جزیہ و زکوٰۃ کی وصولیابی کے لئے ایک وفد تشکیل دے کر ان کی طرف روانہ کیا اس وفد کا امیر حضرت معاذ بن جبل کو مقرر کیا۔ مزید ارکان میں حضرت عبداللہ بن زید، مالک بن عبادہ، عقبہ بن نمر، مالک بن مرہ، اور دیگر افراد تھے۔ اس وفد کے ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مکتوب گرامی بھی ارسال فرمایا جس میں زکوٰۃ، جزیہ اور دیگر امور کے بارے میں تفصیلی احکام تھے۔ نیز حضرت زرعہ

[1] طبقات ابن سعد ج ا ق ۲ ص ۳۵

بن سیف ذی یزن کو اس خط کے ذریعہ خصوصی تاکید کی گئی کہ وہ جزیہ اور زکوٰۃ کی وصولی کے سلسلہ میں اس وفد سے پورا پورا تعاون کریں۔ اس مکتوب کا کچھ حصہ علامہ ابن سعد نے نقل کیا ہے جو درج ذیل ہے

كتب رسول الله صلى الله عليه وسلم الى الحارث بن عبد كلال والى نعيم بن عبد كلال والى النعمان قيل ذى رعين ومعافر وهمدان اما بعد فانى احمد الله الذى لا اله الا هو اما بعد فانه قد وقع بنا رسولكم منقلبنا من ارض الروم فبلغ ما ارسلتم وخبرنا عما قبلكم وانبأنا باسلامكم وقتلكم المشركين فان الله تبارك وتعالى قد هداكم بهداه ان اصلحتم واطعتم الله ورسوله واقمتم الصلوٰة وآتيتم الزكوٰة واعطيتم من المغنم خمس الله وخمس نبيه وصفيه وما كتبت على المؤمنين من الصدقة[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال، نعمان قیل ذی رعین ومعافر وہمدان کے نام تحریر فرمایا اما بعد میں اس اللہ کی حمد وثنا بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں سرزمینِ روم سے واپسی کے بعد تمہارا قاصد آیا اور اس نے تمہارا پیغام پہنچایا اور تمہاری کیفیت سے مطلع کیا اور تمہارے اسلام قبول کرنے اور مشرکین کے قتل کرنے کے بارے میں اطلاع دی اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص ہدایت سے تم کو نوازا ہے اگر تم راہ راست پر رہے اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہے، نماز قائم کرتے رہے اور زکوٰۃ دیتے رہے اپنے مال غنیمت میں سے اللہ اور اس کے رسول کا خمس، پیغمبر کا منتخب کردہ ادا کرتے رہے اور جو کچھ مسلمانوں پر فرض ہے ادا کرتے رہے الخ

[1] طبقات ج ۱ ق ۲ —

۲۔ زرعہ بن سیف ذی یزن[1]۔
۳۔ عبدالعزیز بن سیف ذی یزن[2]۔
۴۔ شرحبیل بن عبد کلال[3]۔
۵۔ مالک ذی یزن[4]۔
۶۔ عریب بن عبد کلال الحمیری[5]
۷۔ عمیر ذو مران
۸۔ نعمان قیل ذی رعین[6]۔
۹۔ حجر ذی اعلین[8]۔
۱۰۔ بنو عمرو من حمیر[9]
۱۱۔ قھد۔ حمیر کا ایک قبیلہ۔
۱۲۔ حوشب بن طخیہ او طحہ الحمیری المعروف بذی ظلع[10]
۱۳۔ ذوالکلاع بن ناکور بن حلبیب بن حسان بن تبع[11]۔

اس فہرست میں جن ملوکِ حمیر کے خطوط کتبِ تاریخ و سیر میں موجود ہیں ان میں نمایاں ترین افراد حضرت حارث، حضرت مسروح اور حضرت نعیم بن عبد کلال ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ اسلامی کے سلسلہ میں ان پر خصوصی توجہ

---

[1] الاصابہ ترجمہ زرعہ۔ [2] الاصابہ والاستیعاب ترجمہ عبدالعزیز
[3] نسائی ج ۲ ص ۲۵۱ [4] البدایۃ والنہایہ ج ۵ ص ۷۶۔ [5] تجرید اسماء الصحابہ ج ۱ ص ۳۸۰
[6] ایضاً ج ۱ ص ۲۲۵ [7] تجرید اسماء الصحابہ ج ۲ ص ۱۰
وطبقات ابن سعد ج ۱ ق ۲ ص ۸۲ [8] ایضاً ج ۱ ق ۲ ص ۳۳
[9] طبقات ابن سعد ج ۱ ق ۲ ص ۲۰ [10] تجرید اسماء الصحابہ تذکرہ حوشب [11] طبقات ج ۱ ق ۲ ص ۲۰

مرحمت فرمائی تھی اور سفیر دربارِ نبوی حضرت عیاش بن ربیعہ کے ذریعہ بطور خاص ایک خط ان کے نام ارسال فرمایا تھا جس کا متن درج ذیل ہے

الی الحارث ومسروح ونعیم بن عبد کلال من حمیر سلم انتم ما اٰمنتم باللہ ورسولہ وان اللہ وحدہٗ لاشریک لہ بعث موسیٰ باٰیاتہ وخلق عیسیٰ بکلماتہ قالتِ الیھودُ عُزَیرٌ ابنُ اللہِ وقالتِ النصاریٰ اللہ ثالثُ ثلٰثۃ عیسی ابن اللہ ۔[۱]	حارث، مسروح، نعیم بن عبد کلال شاہانِ حمیر کے نام۔ تم سلامت رہو، جب تک تمہارا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان ہو۔ اللہ وحدہٗ لاشریک نے حضرت موسیٰ کو اپنے کلام کے ساتھ مبعوث کیا اور حضرت عیسیٰ کو اپنے کلمہ سے پیدا کیا۔ یہود نے عزیر کو اللہ کا بیٹا بنایا اور نصاریٰ کہنے لگے کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے اور حضرت عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان حضرات کی سلامت روی پر پورا اطمینان تھا اس لئے آپ نے ان کو نہایت حکمت کے ساتھ اسلام کی تلقین فرمائی اور نصرانیت و یہودیت میں تثلیث اور ابنیت کی جو خرابی در آئی تھی اس کی صاف وضاحت فرما دی۔

پھر دیگر سفراء کے برعکس حضرت عیاش بن ربیعہ کو سرزمینِ حمیر میں داخلہ اور سفارت کے خصوصی آداب سکھائے جو درج ذیل ہیں:-

۱۔ ان کی سرزمین میں رات کو داخل نہ ہوں۔

۲۔ خوب اچھی طرح پاک صاف ہو کر جائیں۔

۳۔ دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے کامیابی کی دعا کریں۔

۴۔ اعوذ باللہ کا ورد کرتے ہوئے آپ کا والا نامہ دائیں ہاتھ میں لیکر دائیں ہاتھ سے ان کے دائیں ہاتھ میں دیں۔

۵۔ سورۂ بینہ پڑھ کر سنائیں۔[۲]

---

[۱] طبقات ابن سعد ج ۱ ق ۲ ص ۳۲ [۲] ایضاً

فهرمانه ورجلا آخر وكتب معهما كتابا فقدما المدينة فدفعا كتاب باذان الى النبي صلى الله عليه وسلم فتبسم رسول الله صلى الله عليه وسلم ودعاهما الى الاسلام وفرائصهما ترعد وقال ارجعا عني يومكما هذا حتى تأتياني الغد فاخبركما بما اريد فجاءاه الغد فقال لهما ابلغا صاحبكما ان ربي قد قتل ربه كسرى في هذه الليلة لسبع ساعات مضت منها وهي ليلة الثلاثاء لعشر ليال مضين من جمادى الاولى سنة سبع وان الله تبارك وتعالى سلط عليه ابنه شيرويه فقتله فرجعا الى باذان بذلك فاسلم هو والابناء الذين باليمن[1]

باذان نے قہرمان اور ایک اور شخص کو ایک خط دیکر بھیجا۔ یہ دونوں مدینہ آئے اور باذان کا خط نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور ان دونوں کو اسلام کی دعوت دی اس وقت مارے رعب کے ان کے شانے لرز رہے تھے پھر فرمایا کہ آج تو تم لوٹ جاؤ کل آنا میں تمہیں اپنے ارادہ سے مطلع کروں گا چنانچہ یہ دوسرے دن حاضر ہوئے آپ نے فرمایا اپنے مالک کو جاکر بتا دو کہ میرے رب نے تمہارے آقا کسریٰ کو اس شب سات گھڑی قبل ہلاک کر دیا ہے اور یہ منگل ۱۰ جمادی الاولیٰ سنہ ۷ ہجری کا واقعہ ہے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے کسریٰ پر اس کے بیٹے شیرویہ کو مسلط کر دیا جس نے اس کو قتل کر دیا.... چنانچہ یہ دونوں باذان کے پاس واپس لوٹ گئے اور وہ مع دیگر ابناء کے اسلام لے آیا۔

اس طرح اس سفارت سے بدنصیب خسرو تو کوئی فائدہ نہ اٹھا سکا بلکہ نامۂ مبارک چاک کر کے وہ قہر الٰہی کا مستحق ہوا لیکن یہ مکتوب یمن کے ایرانی گورنر اور دیگر

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ق ۲ ص ۱۶

حکام کے لئے دعوتِ اسلامی کا ایک ذریعہ بن گیا اور وہ اپنے سفراء کی زبانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور آپ کی پیشگوئی سن کر اسلام لے آئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باذان بن بلاشس کو یمن کی گورنری کے منصب پر بدستور بحال رکھا۔ اس طرح عجمی حکمرانوں میں ان کو پہلے مسلمان ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے شہر بن باذان صنعاء اور یمن کے دیگر اضلاع کے گورنر مقرر ہوئے[1]

شاہانِ حمیر کا قبولِ اسلام جیسا کہ ہم سابق میں عرض کر چکے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے دو سال بعد ہی شاہانِ حمیر نے یمن سے حبشیوں کو نکال باہر کیا تھا اور فارس کے بادشاہ خسرو کی مدد سے اپنی حکومت دوبارہ قائم کر لی تھی۔ اس سلسلہ کا آخری تاجدار سیف بن ذی یزن تھا لیکن سیف کا اقتدار بھی زیادہ عرصہ نہیں چل سکا اور وہ حبشی خادموں کے ہاتھوں مارا گیا اس کی موت کے ساتھ ہی خاندانِ حمیر کی مرکزی بادشاہت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا اور وہاں کسی ایک فرمانروا ہی کی حکمرانی قائم نہ رہی، ہر علاقے کے حمیری حکمران اور اذواء و اقیال نے خود مختاری کا دعویٰ کر کے اپنا اثر رسوخ قائم کر لیا اور اس طرح طوائف الملوکی کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا[2] چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دعوتِ اسلامی کے سلسلہ میں خطوط ارسال فرمائے تو ملوکِ حمیر کے نام بھی متعدد خطوط بھیجے۔ ان میں درج ذیل ملوک حمیر اور قبائل خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں :-

۱۔ حارث، مسروح، نعیم بن عبد کلال۔ ان سب کو ایک خط تحریر کیا گیا[3]

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ ج ۳ ص ۳۶۳

[2] تفصیلات کے لئے ملاحظہ "المعارف" لابن قتیبہ ص ۲۷۸

[3] طبقاتِ ابن سعد ج ۱ ق ۲ ص ۱۸

عشرة من العرب فتيا من منهم ستة وتشاءم منهم اربعة فاما الذين تشاءموا فلخم وجذام وغسان وعاملة واما الذين تيامنوا فالازد والاشعريون وحمير وكندة ومذحج وانمار فقال رجل یارسول اللہ وما انمار قال الذين منهم خثعم وبجيلة [1]

یہ کسی سرزمین کا نام ہے اور نہ ہی کسی عورت کا بلکہ وہ عرب کا ایک شخص تھا جس کے دس لڑکے ہوئے ان میں چھ یمن میں رہ گئے اور چار شامی ہو گئے۔ جو شام چلے گئے ان کے نام لخم، جذام، غسان اور عاملہ ہیں اور جو یمن میں رہے ان میں ازد، اشعری، حمیر، کندہ، مذحج اور انمار ہیں اس شخص نے پوچھا یارسول اللہ انمار کون ہیں آپ نے فرمایا وہ لوگ جن میں خثعم اور بجیلہ ہیں۔

مکہ مکرمہ شروع سے اہل عرب کا روحانی و تجارتی مرکز رہا ہے۔ کعبۃ اللہ کی وجہ سے وہ مرجعِ خلائق تھا۔ اشہرِ حرام میں حج اور دیگر مقاصد کے لئے اطراف عرب سے قافلے در قافلے مکہ مکرمہ آتے۔ ان میں یمن کے متعدد قافلے بھی شامل ہوتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک تھا کہ اس موقع پر ایک ایک قبیلہ کے پاس بنفس نفیس تشریف لے جاتے اور ان کو اسلام کی دعوت دیتے۔ علامہ ابن سعد نے تحریر کیا ہے کہ بعثتِ نبوی کے چوتھے سال سے ہی آپ نے عام قبائلِ عرب میں دعوتِ اسلام کا آغاز کر دیا تھا اور اس غرض سے آپ عکاظ، مجنۃ، ذوالمجاز اور منی وغیرہ میں تشریف لے جاتے اور وہاں مختلف قبائل کے وفود سے ملاقات کر کے ان تک اسلام کا پیغام پہنچاتے [2] آپ کا یہ معمول ہجرتِ مدینہ تک جاری رہا اور آپ کی ان کوششوں

---

[1] ترمذی کتاب التفسیر ج ۲ ص ۱۵۴ ایضاً البدایۃ والنہایہ ج ۲ ص ۱۵۹

[2] تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو طبقات کبریٰ ج ۱ ص ۱۴۵

کے نتیجہ میں یمن کے متعدد افراد نے مکہ میں اسلام قبول کیا ان میں حضرت ابو موسیٰ اشعری[۱]، حضرت عمار بن یاسر[۲] اور حضرت طفیل بن عمرو دوسی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ حضرت طفیل بن عمرو دوسی کا شمار عرب کے مشہور شعراء میں تھا قریش نے کی پوری کوشش رہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا اتصال نہ ہو پائے لیکن ان کی تدبیریں ناکام ہوئیں اور یہ نورِ ہدایت سے سرفراز ہو کر اپنے قبیلہ میں واپس ہوئے۔

صلح حدیبیہ کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل مکہ سے فراغت ہوئی تو آپ نے ماہ ذی الحجہ ۶ھ ہجری میں مختلف سلاطین کو اسلام کی دعوت کے خطوط روانہ فرمائے۔ اسی ذیل میں ایران کے بادشاہ خسرو پرویز کو بھی حضرت عبد اللہ بن حذافہ السہمی کے ہاتھ ایک خط ارسال کیا جسے اس نے اپنی توہین گردانتے ہوئے چاک کر دیا اور یمن میں متعین اپنے گورنر باذان بن ساسان بن بلاشں کو حکم دیا کہ اس مدعی نبوت کے حالات معلوم کرنے کے لئے دو آدمی مدینہ روانہ کئے جائیں۔ چنانچہ اس کی تفصیلات تحریر کرتے ہوئے علامہ ابن سعد رقمطراز ہیں :

وکتب کسریٰ الی باذان عامله علی الیمن ان ابعث من عندك رجلین جلدین الی هذا الرجل الذی بالحجاز فلیأتیانی بخبره فبعث باذان	کسریٰ نے اپنے یمن کے عامل باذان کو لکھا کہ اپنے ہاں سے دو مضبوط آدمی اس شخص کے حالات معلوم کرنے کے لئے حجاز بھیجے جائیں جو اس کی خبر لے کر آئیں۔ چنانچہ

---

[۱] الاصابہ ترجمہ عبد اللہ بن قیس والاستیعاب ج ۲ ص ۳۷۱

[۲] واضح رہے کہ حضرت عمار بن یاسر کا تعلق قبیلہ مذحج کی شاخ بنو عنس سے تھا۔

جوامع السیرہ لابن حزم ص ۵۷

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مسعود تک اذواء اور اقیال کا یہ نظام بدستور موجود تھا۔ البتہ آپ کی ولادت سے تقریباً ۵۰ برس قبل ۵۲۵ء میں یمنیوں کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا تھا اور حبشہ کے عیسائیوں نے یمن پر قبضہ کر لیا تھا اور یہی وہ دور ہے جب وہاں عیسائیت کو فروغ حاصل ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے دو سال بعد یمن کے مشہور حمیری خاندان کے ایک فرد سیف بن ذی یزن نے ایرانیوں کی مدد سے اپنا اقتدار دوبارہ بحال کر لیا[1] اور اس کے نتیجہ میں اہل یمن فارس کے بادشاہ کسریٰ کے باجگزار ہو گئے اور یمن کی نگرانی کے لئے ایرانی گورنر نامزد کئے جانے لگے۔ لیکن سیف بن ذی یزن کا اقتدار بھی زیادہ عرصہ نہ چل سکا اور ولادت نبوی کے کچھ ہی عرصہ بعد خاندان حمیری کی مرکزی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور یمن طوائف الملوکی کا شکار ہو کر مختلف علاقوں میں تقسیم ہو گیا اور سیاسی قوت درج ذیل چار عناصر میں بٹ گئی

۱ - ایرانی گورنر اور ان کے ذیلی حکام جن کو ابناء کہا جاتا تھا۔

۲ - مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے اذواء اور اقیال جو اپنے قبیلوں اور علاقوں میں اثر و نفوذ رکھتے تھے۔

۳ - عیسائی پادری اور راہب جو نصرانیت کے پھیل جانے کے سبب خاص امتیازی حیثیت کے حامل تھے۔

۴ - سرداران قبائل جن کا اپنے قبیلوں میں اقتدار تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلامی کے توسیعی مرحلہ میں جب عرب کے دیگر علاقوں میں وفود اور سفراء بھیجنے کا سلسلہ شروع فرمایا تو یمن کے مذکورہ چہار عناصر سے علیحدہ علیحدہ رابطہ قائم کیا اور ان میں سے ہر گروہ کو بذریعہ خطوط سفراء اور دیگر ذرائع سے اسلام کی دعوت پہنچائی جس کی تفصیل آپ آگے پڑھیں گے۔

یمن میں اشاعت اسلام

جہاں تک یمن میں دعوت اسلامی کا تعلق ہے تو اس کا آغاز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

[1] البدایہ والنہایۃ ج-۲ ص ۳۲۸

بعثت کے متصل ہی ہو گیا تھا۔ اہل یمن میں اللہ تبارک وتعالےٰ نے غیر معمولی حکمت اور صلاحیت ودیعت فرمائی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دانائی، حکمت اور ایمان کی تعریف فرمائی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اہل یمن کی تعریف و توصیف میں یہ حدیث مروی ہے:

عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال اتاکم اهل الیمن هم ارق افئدة والین قلوبا والایمان یمان والحکمة یمانیة[1]	حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارے پاس اہل یمن آئے ہیں یہ نرم دل اور نرم خو ہیں اور ایمان تو اہل یمن کا ہے اور حکمت و دانائی یمن کا وصف ہے

حنیفیت، عیسائیت اور یہودیت کے سبب وہ نظام وحی و اصلاح سے نہ صرف آشنا تھے بلکہ ایک نبی موعود کے منتظر بھی تھے۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر نے ابوبکر محمد بن جعفر بن سہل الخرائطی کی کتاب "ھواتف الجان" کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ سیف بن ذی یزن نے جب حبشیوں پر فتح پائی تو قریش کا ایک وفد جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب بھی شامل تھے مبارک باد کیلئے یمن روانہ کیا اس موقع پر سیف بن ذی یزن نے حضرت عبدالمطلب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی بشارت دی تھی۔[2]

یمن میں جو قبائل آباد تھے ان میں ازد، حمیر، کندہ، مذحج، بنو حارث، دوس، اشعر اور ھمدان خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ایک مرتبہ "سبا" کے بارے میں استفسار کیا گیا تو آپ نے فرمایا

قال رجل یا رسول الله وما سبا ارض او امرأة قال لیس بارض ولا امرأة ولکنه رجل ولد	ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ سبا کیا ہے کسی سرزمین کا نام ہے یا کسی عورت کا، آپ نے فرمایا نہ تو

---

[1] بخاری ج ۲ ص ۶۲۸

[2] تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو البدایۃ والنہایہ ج ۲ ص ۱۷۸ و ۳۲۸

کرتے ہوئے یونانیوں کے صحرائی اور حجری عربیہ کو عرب سے خارج شمار کیا ہے اور جزیرۃ العرب کو درج ذیل پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے :

۱ - حجاز ۲ - نجد ۳ - تہامہ ۴ - یمن ۵ - عروض

حدودِ یمن سرزمینِ یمن کے حدود کیا تھے، اس بارے میں عرب جغرافیہ دانوں سے مختلف آراء منقول ہیں -

علامہ اصمعی یمن کے حدود اربعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

الیمن وما اشتمل علیہ حدودھا	یمن اور وہ علاقہ جن پر یہ مشتمل ہے عمان
بین عمان الی نجران ثم یلتوی	سے نجران تک پھیلا ہوا ہے اور پھر بحرِ عرب
الی بحر العرب الی عدن الی الشحر	سے مڑتے ہوئے عدن، شحر اور عمان کو طے
حتی یجتاز عمان فینقطع من بینونۃ[1]	کرتے ہوئے بینونہ پر جا کر ختم ہوتا ہے -

تاریخ یعقوبی میں یمن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس سے مراد جزیرۃ العرب کا جنوبی مشرقی حصہ ہے جو چوراسی مخالیف[2] پر مشتمل تھا[3] -

اسی طرح علامہ زبیدی مراصد الاطلاع کے حوالہ سے ناقل ہیں کہ یمن تین ولایات پر مشتمل ہے جند اور اس کے مخالیف، صنعاء اور اس کے مخالیف، حضرموت اور اس کے مخالیف[4] -

---

[1] معجم البلدان باب یمن

[2] مخالیف مخلاف کی جمع ہے یہ یمنی اصطلاح ہے جو آجکل کے صوبہ یا ضلع کے مترادف ہے مخلاف میں متعدد بستیاں دیہات اور زرعی علاقے شامل ہوتے تھے اور اس کا قصبہ یا شہر کی صورت میں صدر مقام بھی ہوتا تھا -
(تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو معجم البلدان مقدمہ ص ۳۷ - تاج العروس مادہ خلف)

[3] ج ۱ ص ۲۲۷ [4] تاج العروس مادہ یمن

یمن کی وجہ تسمیہ

یمن کو یمن کیوں کہا جاتا ہے، اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس کی جانب یہ قول منسوب ہے۔

تفرقت العرب فمن تیامن منھم سمیت الیمن [1] — عرب متفرق علاقوں میں بٹ گئے، ان میں جو دائیں طرف گئے ان کے علاقہ کو یمن کے نام سے موسوم کیا جانے لگا۔

ایک روایت میں یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب مکہ میں کثرت آبادی کی وجہ سے رہنا دوبھر ہوگیا تو لوگوں نے وہاں سے نقل مکانی شروع کی ان میں جو لوگ دائیں جانب گئے ان کے علاقہ کو یمن کہا جانے لگا۔

یمن کا نظام حکومت

جزیرۃ العرب کے دیگر علاقوں کے مقابلے میں یمن کا نظام حکومت انتہائی منظم اور مربوط تھا۔ آج کل کے قصبوں، ضلعوں اور صوبوں کی طرح یمن کے علاقوں کو بھی مختلف حصوں میں تقسیم کر کے ان کے جداگانہ نام رکھے جاتے تھے۔ وہاں کی سب سے چھوٹی اکائی محفد کہلاتی تھی جو عموماً قلعہ کی صورت میں تعمیر کی جاتی تھی اور اس قلعہ کے اردگرد چھوٹے چھوٹے گاؤں اور زرعی اراضی پھیلی ہوتی ہوئی تھی۔ محفد سے بڑا قصر کہلاتا تھا۔ قصر کی صورت ایسی بستیوں کی تھی جہاں فوجی چھاؤنیاں اور قلعے بڑی تعداد میں تعمیر کئے جاتے تھے ان میں قلعہ دار اقامت گزیں ہوتا تھا۔ محفد اور قصر کے نگراں کو ذو کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا اور جس قلعہ میں اس کی رہائش ہوتی اسی کے نام سے اس کی نسبت کی جاتی تھی جیسے ذو ہمدان، ذو معافر وغیرہ

بسا اوقات چند محافد کو ملا کر ایک امیر کی زیر تولیت دے دیا جاتا اور اس کا نام مخلاف رکھا جاتا۔ ایسے علاقوں کے حاکم کو قیل کا لقب دیا جاتا جس کی جمع اقیال اور اقوال دونوں آتی ہیں۔ یہ سارے اقیال ایک مرکزی فرمانروا کے ماتحت ہوتے تھے۔ اس مرکزی فرمانروا کا بھی ایک بڑا قلعہ ہوتا تھا [2]

---

[1] معجم البلدان باب یمن۔ [2] تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو العرب قبل الاسلام ص۱۲۸

اسی طرح علّامہ ابن سعد لکھتے ہیں :

وکتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعمرو بن حزم حین بعثہ الی الیمن عھداً یعلمہ فیہ شرائع الاسلام و فرائضہ وحدودہ وکتب اُبَیّ [1]	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم کو یمن بھیجتے وقت ایک عہد نامہ تحریر کروایا تھا جس میں اسلام کے فرائض، حدود اور شریعت کی تعلیم دی گئی تھی۔ اس کے کاتب ابی تھے۔

یہ عہد نامہ متعدد وجوہ کی بناء پر انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس میں ایک طرف جہاں اسلام کے بنیادی ارکان کے بارے میں تفصیلاً موجود ہیں وہاں نظم مملکت کے سلسلہ میں بھی یہ ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے کہ اس میں نہ صرف ایک حکمران کے ضروری اوصاف کی نشان دہی ہے بلکہ اس کے فرائض کی تفصیل بھی موجود ہے۔

اس عہد نامہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ بعض مواقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مختلف مناصب اور ذمہ داریاں سونپتے ہوئے عہد بھی لیا کرتے تھے۔

اس عہد نامہ کے عنوان میں یہ صراحت ہے کہ یہ اس وقت تحریر کروایا گیا ہے جب حضرت عمرو بن حزم کو یمن بھیجا جا رہا تھا اس لیے ضروری ہے کہ اس دور کے یمن کے بارے میں ضروری تفصیلاً قلمبند کر دی جائیں۔

یمن — سرزمین عرب کے دیگر علاقوں کے مقابلہ میں یمن کو ایک امتیازی حیثیت حاصل رہی ہے۔ یہ اپنی خوشحالی، شادابی، زرخیزی اور منظم و مستحکم نظام حکمرانی کی وجہ سے مشہور رہا ہے۔ بلکہ یہاں تک کہا جاتا ہے کہ ایک زمانہ میں اہل یمن نے اتنی ترقی کر لی تھی کہ ان کا اقتدار ایران تک وسیع ہو گیا تھا۔ بلکہ سمرقند کی وجہ تسمیہ ہی یہ بیان کی جاتی ہے کہ یمن کے بادشاہ شمر نے اسے کھدوا کر برباد کر دیا تھا اس لیے اسے ایرانی شمر کند کہنے لگے جو بعد میں معرب ہو کر سمرقند بن گیا [2]

---

[1] الطبقات ج ۱ ق ۲ صـ ۲۱ ۔ [2] سیرۃ النبی ج ۱ صـ ۱۱۵

خود قرآن مجید نے یمن کی متعدد تہذیبوں کا ذکر کیا ہے۔ مملکتِ سبا اور تبابعہ کا ذکر قرآن مجید میں متعدد جگہ آیا ہے۔ یمن میں معینی، سبائی، حمیری سلطنتیں قائم ہوئیں جو دنیاوی ترقی کے اعتبار سے انتہائی ترقی یافتہ تہذیبوں میں شمار کی جاتی تھیں لیکن قوموں کے عروج و زوال کے قانون کے تحت آج یہ تہذیبیں صفحۂ ہستی سے نابود ہیں اور اہل بصیرت کے لئے سامانِ عبرت ہیں۔

یمن کا حدودِ اربعہ قدیم یمن کے حدود اربعہ کے بارے میں عرب اور یونانی ولاطینی جغرافیہ دانوں کی آرا میں خاصا اختلاف ہے۔

یونانی ولاطینی جغرافیہ دان سرزمینِ عرب کو تین بڑے حصوں میں تقسیم کر کے ان کے درج ذیل نام تجویز کرتے ہیں۔

۱۔ العربیۃ السعیدہ

۲۔ العربیۃ الصحراویہ

۳۔ العربیۃ الحجریۃ

العربیۃ السعیدہ کو وہ یمن کا نام دیتے ہیں اور حد بندی کرتے ہوئے اس کی سرحد مشرق میں خلیج عجم، مغرب میں بحرِ احمر، شمال میں صحراء شام و عراق اور جنوب میں بحر احمر بیان کرتے ہیں[1]

اس حد بندی کے تحت حضرموت، شحر، عمّان، عروض، حجاز کا بڑا حصہ اور نجد و تہامہ سب یمن کے ذیل میں آجاتے ہیں۔

العربیۃ الصحراویہ سے ان کی مراد شام و عراق کا درمیانی علاقہ ہے۔ اور العربیۃ الحجریہ سے مراد جزیرہ نما سینائی ہے۔

اس کے بالمقابل عرب جغرافیہ دانوں نے جزیرۃ العرب کے حدودِ اربعہ بیان

---

[1] العرب قبل الاسلام ص ۱۱۹

وقد روی مسندا من وجہ صالح وھو کتاب مشہور عند اھل السیر معروف عند اھل العلم معرفۃ یستغنی بھا فی شہرتھا عن الاسناد لانہ اشبہ التواتر فی مجیئہ لتلقی الناس بالقبول	یہ صحیح اسناد کے ساتھ مسنداً بھی روایت کی گئی ہے ۔ یہ مکتوب اہل سیر کے یہاں متداول اور اہل علم کے یہاں اس قدر معروف اور مشہور ہے کہ اسناد کے ذکر سے بھی بالاتر ہے اور اپنی تلقی بالقبول حاصل کیے جانے کی بنا پر متواتر کے مشابہ ہو گیا ہے

اس کتاب کے دیگر مکاتیب کے برخلاف یہ مکتوب ایک عہد نامہ کی شکل میں ہے جو حضرت عمرو بن حزم سے تحریری طور پر اس وقت لیا گیا جب ان کو قبیلہ بنی حارث بن کعب کے وفد کے ہمراہ بطور معلم فقیہ اور محصل کی حیثیت سے یمن کے مشہور شہر نجران بھیجا گیا تھا ۔

چنانچہ حافظ ابن کثیر قبیلہ بنو حارث بن کعب کے وفد کی مدینہ سے واپسی کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :

ثم رجعوا الی قومھم فی بقیۃ شوال او فی صدر ذی القعدۃ قال ثم بعث الیھم بعد ان ولی وفدھم عمرو بن حزم لیفقھھم فی الدین ویعلمھم السنۃ ومعالم الاسلام ویأخذ منھم صدقاتھم وکتب لہ کتابا عھد الیہ فیہ عھدہ وامرہ امرہ [1]	پھر وہ (یعنی وفد بنو حارث بن کعب) شوال یا اوائل ذی القعدہ میں اپنے قبیلہ میں واپس چلا گیا، پھر آپ نے حضرت عمرو بن حزم کو ان کے وفد کا والی بنا کر بھیجا تا کہ وہ ان کو فقاہت دین سنت اور اسلام کی بنیادی تعلیمات سے بہرہ ور کریں اور ان سے زکوٰۃ وصول کریں اس سلسلہ میں آپ نے ان کو تحریر عطا کی جس میں ان سے عہد لیا اور خصوصی احکام دیے ۔

[1] البدایۃ والنہایۃ ج ۵ ص ۹۸

کے بارے میں رقمطراز ہیں :-

نجران من مخالیف الیمن من ناحیۃ مکۃ [۱]	نجران یمن کے مخالیف میں سے ایک مخلاف ہے جو مکہ کی سمت واقع ہے۔

اصحاب الاخدود کا مشہور واقعہ نجران ہی میں پیش آیا تھا۔ یہاں نصاریٰ کا ایک عظیم الشان کلیسا تھا جس کو وہ نجران کا کعبہ کہتے تھے۔ یہ عرب میں عیسائیت کا بہت بڑا مرکز تھا جسے نجران کے مشہور قبیلہ بنوعبد المدان نے تعمیر کیا تھا اور اس کلیسا پر ایک قبہ تین سو کھالوں سے گنبد کی شکل میں بنایا گیا تھا جو شخص اس کی حدود میں آجاتا اسے مامون سمجھا جاتا۔ مشہور جاہلی شاعر اعشیٰ کے درج ذیل اشعار اسی کلیسا کے بارے میں ہیں۔

وکعبۃ نجران حتم علیــــک حتی تنافی بابوابھا
نزور یزید او عبد المسیح وقیساھم خیر اربابھا
وشاھدنا الورد والیا سمیـــــنا والمسمعات بقصابھا
وبربطنا دائم معمل فای الثلاثۃ ازری بھا [۲]

اس خط کی وصولیابی کے بعد اہل نجران کے پادریوں اور راہبوں کا ایک وفد مدینہ آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان لوگوں نے متعدد سوالات کئے جن کا آپ نے مسکت جواب دیا مگر یہ لوگ اپنی کج بحثی پر قائم رہے۔ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مباھلہ کی دعوت دی جس پر یہ ابتداء میں تیار ہوگئے مگر بعد میں مشورہ کے بعد مباھلہ چھوڑ کر جزیہ پر آمادہ ہوگئے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے

عن حذیفۃ جاء العاقب والسید صاحبا نجران الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یریدان	حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ نجران کے عاقب اور سید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ارادہ تھا کہ آپ سے

[۱] معجم البلدان باب نجران [۲] ایضاً

ان یلاعناه قال فقال احدهما لصاحبه لا تفعل فوالله لئن كان نبيًا فلاعنا لا نفلح نحن ولا عقبنا من بعدنا قال انا نعطيك ماسألتنا [1]

سے مباھلہ کریں پھر ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا ایسا مت سوچو خدا کی قسم اگر یہ واقعی نبی ہوئے اور ہم نے ان سے مباھلہ کرلیا تو ہم اور ہمارے بعد آنے والی نسلیں کبھی فلاح نہ پائیں گی پھر انہوں نے آپ سے عرض کیا ہم آپ کے مطالبات پورے کرنے پر راضی ہیں۔

ان کے جزیہ پر آمادگی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جو وثیقہ تحریر فرمایا وہ درج ذیل ہے:

هذا ما كتب محمد النبي الامي رسول الله لنجران ان كان عليهم حكمه في كل ثمرة وفي كل صفراء وبيضاء ورقيق فافضل عليهم وترك ذلك كله على الفي حلة في كل رجب الف حلة وفي كل صفر الف حلة وذكر تمام الشروط الى ان شهد ابوسفيان [2]

یہ وہ تحریر ہے جو محمد نبی امی رسول اللہ نے اہل نجران کے لئے تحریر کی کہ یہ ان کے زیر فرمان رہیں گے زمینی پیداوار اور دینار و درہم اور غلاموں کے بارے میں یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کریں گے آپ نے ان پر مزید احسان فرمایا اور سب کو چھوڑ کر دو ہزار حلہ پر معاملہ کرلیا رجب میں ہزار حلے اور صفر میں ہزار حلے اور اس سلسلہ کی تمام شرائط ذکر کردیں۔

اس مکتوب کے علاوہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اساقفہ، کاہن اور راہبوں کے لئے ایک اور مکتوب بھی تحریر کروایا تھا۔ اس مکتوب کا متن درج ذیل ہے:

وكتب رسول الله صلى الله عليه وسلم لاسقف بني الحارث بن كعب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسقف بنی الحارث بن کعب و دیگر اساقفہ نجران کاھنوں

---

[1] بخاری ج ۲ ص ۶۲۹ [2] البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۵۵

و اساقفة نجران و کھنتھم	اور ان کے متبعین اور دیگر راہبوں کے لئے
ومن تبعھم و رھبانھم	تحریر کیا جو کچھ ان کی قبضہ میں ہے کم یا زیادہ
ان لھم علی ماتحت ایدیھم من	اور ان کی عبادت گاہیں اور گرجا وہ ان کے
قلیل وکثیر ومن بیعھم و	قبضے میں رہیں گی اور وہ اپنی رہبانیت پر
وصلواتھم ورھبانیتھم و	بدستور قائم رہیں گے اور وہ اللہ اور اس
جوار اللہ ورسولہ لا یغیّر	کے رسول کی پناہ میں رہیں گے کسی پادری
اسقف عن اسقفیتہ ولا راھب	کو اس کے منصب سے اور کسی راہب کو اس کی
عن رھبانیتہ ولا کاھن عن	رھبانیت سے اور کسی کاھن کو اس کی
کھانتہ ولا یغیر حق من حقوقھم	کہانت سے معزول نہیں کیا جائے گا۔ ان کے
ولا سلطانھم ولا شیٔ مما کانوا	حقوق اور اقتدار میں اور جو کچھ وہ کرتے چلے
علیہ ما نصحوا واصلحوا فیما	آتے ہیں اس میں تغیّر و تبدل نہیں
علیھم غیر مثقلین بظلمھم	ہوگا، جب تک کہ وہ خیر خواہی
ولا ظالمین وکتب المغیرۃ [۱]	اور اصلاح میں مصروف رہیں نہ ان پر

ظلم کا کوئی بوجھ ہوگا نہ یہ خود کسی پر ظلم کریں گے۔ کاتب مغیرہ۔

قبیلہ بنو حارث بن کعب کا قبولِ اسلام | اسی نجران میں بنو حارث بن کعب بن عبدالمدان نامی قبیلہ کا مرکز بھی تھا۔ یہ عرب کا مشہور جنگجو قبیلہ تھا اس قبیلہ کے بعض افراد نے یہودیت اور عیسائیت بھی اختیار کرلی تھی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں دیگر قبائل کے ساتھ قبیلہ بنو حارث بن کعب کو بھی دعوتِ اسلام دی تھی لیکن شرفِ اولیت ان کی قسمت میں نہ تھا اس لئے اس موقع پر یہ اسلام نہ لائے [۲] بعد میں ربیع الاول سنلہ ہجری میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن الولید کو خاص اسی قبیلہ میں

---

[۱] طبقات ابن سعد ج ۱ ق ۲ صلا [۲] ابن سعد ج ۱ ق ۲ صلا

بغرض دعوت اسلام بھیجا اور آپ کی تلقین سے سارا کا سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا حضرت خالد بن ولید نے ان کے اسلام لانے کی اطلاع بذریعہ خط ان الفاظ میں تحریر کی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لمحمد النبي رسول الله من خالد بن الوليد السلام عليك يا رسول الله ورحمة الله وبركاته فاني احمد اليك الله الذي لا اله الا هو اما بعد يا رسول الله صلى الله عليك فانك بعثتني الى بني الحارث بن كعب وامرتني اذا اتيتهم ان لا اقاتلهم ثلاثة ايام وان ادعوهم الى الاسلام فان اسلموا قبلت منهم وعلمتهم معالم الاسلام وكتاب الله وسنة نبيه وان لم يسلموا قاتلتهم واني قدمت اليهم فدعوتهم الى الاسلام ثلاثة ايام كما امرني رسول الله وبعثت فيهم ركبانا يا بني الحارث اسلموا تسلموا فاسلموا ولم يقاتلوا وانا مقيم بين اظهرهم آمرهم بما امرهم الله به وانهاهم عما نهاهم الله عنه و اعلمهم معالم الاسلام وسنة النبي صلى الله عليه وسلم حتى يكتب الى رسول الله صلى الله عليه وسلم والسلام عليك يا رسول الله ورحمة الله وبركاته	محمد نبی رسول اللہ کے لئے خالد بن الولید کی جانب سے یا رسول اللہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ میں آپ کے سامنے اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اما بعد۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے مجھے بنو حارث بن کعب میں بھیجا تھا اور یہ حکم دیا تھا کہ جب میں وہاں پہنچوں تو ان سے تین روز تک جنگ نہ کروں اور ان کو اسلام کی دعوت دوں اگر وہ اسلام لائیں تو ان کے اسلام کو قبول کروں اور ان کو تعلیمات اسلامی قرآن و سنت نبوی سے روشناس کروں اور اگر اسلام نہ لائیں تو ان سے جنگ کروں۔ چنانچہ میں ان کے یہاں پہنچا اور ان کو تین دن تک اسلام کی دعوت دی اور ہر جہار اطراف سوار دوڑائے (جو منادی کر رہے تھے) اے بنو حارث اسلام لے آؤ تم محفوظ و مامون رہو گے چنانچہ وہ اسلام لے آئے اور انہوں نے جنگ سے گریز کیا اب میں ان کے یہاں مقیم ہوں اور اللہ کے اوامر اور سنت نبوی کی تعلیم دے رہا ہوں تاآنکہ مزید آپ کی جانب سے نیا ہدایت نامہ آئے۔ والسلام علیکم یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ؔ البدایۃ والنہایۃ ج ۵ ص ۹۵

حضرت خالد بن ولیدؓ کے اس خط کے جواب میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نام ایک دوسرا مکتوب تحریر فرمایا جس میں ان کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ بنو حارثہ کا ایک وفد تشکیل دیکر دربارِ رسالت میں اپنے ساتھ لائیں۔ خط کا مضمون درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من محمد النبی رسول اللّٰہ الی خالد بن الولید سلام علیک فانی احمد الیک اللہ الذی لا الٰہ الا ھو اما بعد: فان کتابک جاءنی مع رسولک یخبران بنی الحارث بن کعب قد اسلموا قبل ان نقاتلھم واجابوا الی مادعوتھم الیہ من الاسلام و شھدوا ان لا الٰہ الا اللّٰہ و ان محمداً عبدہ ورسولہ وان قد ھداھم اللّٰہ بھداہ فبشرھم وانذرھم واقبل ولیقبل معک وفدھم والسلام علیک ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ [1]

محمد النبی رسول اللہ کی جانب سے خالد بن الولید کے نام۔ سلام علیک۔ میں تمہارے سامنے اس اللہ کی حمد و ثنا بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں تمہارے قاصد کے ذریعہ تمہارا مکتوب ملا جس میں بنو حارث بن کعب کے بغیر جنگ و جدل اسلام لانے کی اطلاع ہے اور یہ کہ ان لوگوں نے اسلام کی دعوت کو لبیک کہا، اللہ کی وحدانیت کا اقرار کیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت اور رسالت کی گواہی دی اور یہ کہ اللہ نے ان کو اپنی ہدایت سے نوازا ہے تم ان کو خوشخبری دو اور ڈراؤ اور تم خود بھی واپس آجاؤ اور اپنے ساتھ ان کا ایک وفد بھی لے آؤ۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

چنانچہ حضرت خالد بن الولید نے بنو الحارث بن کعب کا ایک وفد تشکیل دیا جس میں قیس بن الحصین، یزید بن عبد المدان، یزید بن المحجل، عبد اللہ بن قراد

[1] البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۹۵

الزبادی شداد بن عبداللہ القنانی عمرو بن عبداللہ الضبابی وغیرہ شامل تھے اور اسے ساتھ لیکر خود بنفس نفیس مدینہ حاضر ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھ کر فرمایا

من ھولاء القوم کانھم رجال الھند۔	یہ کون لوگ ہیں جو ھندی لگتے ہیں۔

چونکہ عرب میں ان کی شجاعت و کامرانی کا دور دور تک شہرہ تھا اس لئے آپ نے ان سے مزید استفسار کرتے ہوئے پوچھا۔

بم کنتم تغلبون من قاتلکم فی الجاھلیۃ۔	زمانۂ جاھلیت میں اپنے مدمقابل پر تمہارے غلبہ کے کیا اسباب تھے۔

انہوں نے جواب دیا ہم ہمیشہ باھمی اتفاق کے ساتھ دشمن پر حملہ آور ہوتے تھے اور کسی پر اپنی جانب سے ظلم کا آغاز نہیں کرتے تھے پھر آپ نے قیس بن الحصین کو ان کا امیر مقرر کیا اور حضرت عمرو بن حزم کو بطور محصل والی اور معلم کے ان کے ھمراہ روانہ کیا یہ لوگ شوال اور بعض روایات کے مطابق اوائل ذی القعدہ سنہ ۱۰ھ میں وطن واپس ہوئے حضرت عمرو بن حزم سے مذکورہ عہد اسی موقع پر لیا گیا ہے۔

چنانچہ علامہ ابن عبدالبر الاستیعاب میں حضرت عمرو بن حزم کے تذکرہ میں رقمطراز ہیں:

واستعملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی اھل نجران وھم بنی الحارث بن کعب وھو ابن سبعۃ عشر سنۃ لیفقھھم	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اھل نجران پر عامل بنایا تھا اور اہل نجران سے مراد بنو حارث بن کعب ہیں اس وقت ان کی عمر سترہ سال تھی تاکہ یہ ان

فی الدین و یعلمهم القرآن و یاخذ صدقاتهم وذلک سنة عشر[1]	میں دین کی سمجھ پیدا کریں قرآن مجید کی تعلیم دیں اور ان سے صدقات وصول کریں۔ یہ ۱۰ھ کا واقعہ ہے۔

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ

ان کا سلسلہ نسب قبیلہ خزرج سے ملتا ہے کنیت ابوضحاک تھی سترہ سال کی عمر میں ان کو اھل نجران کے قبیلہ بنو حارث بن کعب میں معلم محصل اور عامل بنا کر بھیجا گیا۔ نیز شرحبیل بن عبد کلال، حارث بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال، قیل ذی رعین ومعافر وھمدان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقات و دیات کے بارے میں جو تفصیلی مکتوب ارسال فرمایا تھا وہ انہی کے ہمراہ بھیجا گیا تھا[1] قیام نجران میں آپ کے یہاں ایک صاحبزادے تولد ہوئے جن کا نام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی پر محمد اور کنیت ابوسلیمان رکھی گئی ساتھ ہی حضرت عمرو بن حزم نے صاحبزادے کی ولادت کی اطلاع بذریعہ خط حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج دی اور اس میں مجوزہ نام بھی تحریر کر دیا۔ چنانچہ علامہ ابن سعد لکھتے ہیں۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استعمل عمرو بن حزم علی نجران الیمن فولد له هنالك علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنة عشرة من الهجرة غلاماً فاسماه محمداً وکناه ابوسلیمان وکتب	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران الیمن میں عمرو بن حزم کو عامل بنا کر بھیجا تھا۔ وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ۱۰ھ ہجری میں ان کے یہاں ایک بچہ کی ولادت ہوئی آپ نے اس کا نام محمد اور کنیت ابوسلیمان رکھی۔ اور یہ اطلاع تحریری طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدی۔ آپ نے

[1] الاستیعاب ج ۲ ص ۵۱۷

[2] طبقات ابن سعد ج ۵ ق ا ص ۵۰-۵۱

بذلك كتابا الى رسول الله فكتب اليه رسول الله سمه محمدا واكنه ابا عبد الملك ففعل له[۱]

جواب میں تحریر فرمایا بچہ کا نام محمد مناسب ہے البتہ کنیت ابو عبد الملک رکھدو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے مجموعۃ الوثائق السیاسیہ[۲] میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ حضرت عمرو بن حزم کے صاحبزادے کی ولادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے دو برس قبل ہوئی تھی یہ بات درست نہیں اس لئے کہ مؤرخین بالاتفاق یہ تحریر کرتے ہیں کہ آپ کو سن دس ہجری میں نجران کا عامل بنا کر بھیجا گیا تھا اور اس بچہ کی ولادت نجران میں ہی ہوئی تھی۔

ان کی وفات کے بارے میں اختلاف رائے ہے بعض اکیاون (۵۱ھ) بعض ترپن (۵۳ھ) بعض چوّن (۵۴ھ) بیان کرتے ہیں ایک قول یہ ھے کہ ان کا انتقال حضرت عمر بن الخطاب کے عہد خلافت میں مدینہ میں ہوا ہے[۳]

---

[۱] شرح زرقانی ج ۳ ص ۳۲۳ و مجمع الزوائد ج ۲ ص ۷۱ [۲] وثیقہ نمبر ۱۰۶ الف، ب۔

[۳] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو تجرید اسماء الصحابہ۔ الاستیعاب، الاصابۃ، اسد الغابۃ تذکرہ عمرو بن حزم۔

کتابیات

ابن الاثیر ، عزالدین ابوالحسن علی بن محمد بن عبدالکریم الجزری ۶۳۰ھ

(۱) اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ۔ ایران طہران ۔ مکتبہ اسلامیہ

(۲) اللباب فی تھذیب الانساب ۔ مصر القاہرہ ، مکتبہ قدسی ۱۳۵۷ھ

ابن الاثیر مجدالدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن محمد الجزری ۶۰۶ھ

(۱) النھایہ فی غریب الحدیث والأثر ۔ مصر مطبعۃ الخیریہ

(۲) جامع الاصول فی احادیث الرسول ۔ مصر مطبعۃ السنۃ المحمدیہ ۱۳۶۸ھ

ابن حجر احمد بن علی بن حجر العسقلانی ۸۵۲ھ

(۱) الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ۔ مصر ، مطبعۃ السعادۃ ۱۳۲۸ھ

(۲) تبصیر المنتبہ بتحریر المشتبہ ۔ مصر ، دار المصریہ

(۳) تہذیب التہذیب ۔ الہند ، حیدرآباد ، دائرۃ المعارف النظامیہ ۱۳۲۵ھ

(۴) فتح الباری بشرح صحیح البخاری ۔ مصر مطبعۃ الکبریٰ المیریہ ۱۳۰۱ھ

(۵) المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ ۔ الکویت المطبعۃ العصریہ ۱۳۹۳ھ

ابن حدیدہ ابوعبداللہ محمد بن علی بن احمد بن حدیدۃ الانصاری ۷۸۳ھ

المصباح المضیی فی کتاب النبی الامی ورسلہ الی ملوک الارض من عربی وعجمی

الھند ۔ حیدرآباد ، دائرۃ المعارف العثمانیہ ۱۳۹۷ھ

ابن حزم ابومحمد علی بن احمد بن سعید الاندلسی ۴۵۶ھ

(۱) جمھرۃ انساب العرب ۔ مصر ، دار المعارف ۱۳۸۲ھ

(۲) جوامع السیرہ ۔ کراچی ، مکتبہ علمیہ

ابن درید، ابوبکر محمد بن الحسن بن درید ۳۲۳ھ

(۱) الاشتقاق - مصر، مطبعۃ السنۃ المحمدیہ ۱۳۶۸ھ

(۲) الجمہرہ - الہند، حیدرآباد، دائرۃ المعارف العثمانیہ ۱۳۵۱ھ

ابن سعد، ابو عبداللہ محمد بن منیع الہاشمی ۲۳۰ھ

(۱) الطبقات الکبریٰ - بیروت، دار اصابہ ۱۳۸۰ھ

لیدن مطبعۃ بریل ۱۳۲۵ھ

ابن سید الناس، ابو الفتح محمد بن محمد ۷۳۴ھ

عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر

مصر، مکتبۃ القدسی ۱۳۵۶ھ

ابن طولون، شمس الدین محمد بن علی بن طولون الدمشقی ۹۵۳ھ

اعلام السائلین عن کتب سید المرسلین

دمشق، مطبعۃ القدسی والبدیر ۱۳۴۸ھ

ابن العماد، ابو الفلاح عبد الحی بن احمد بن محمد ۱۰۸۹ھ

شذرات الذهب فی اخبار من ذهب،

بیروت، مکتبۃ تجاری

ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبد البر النمری القرطبی ۴۶۳ھ

(۱) الاستیعاب فی اسماء الاصحاب (برحاشیہ الاصابہ)

مصر، مطبعۃ السعادہ ۱۳۲۸ھ

(۲) جامع بیان العلم - مصر، ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ

ابن قتیبہ، ابو محمد عبداللہ بن مسلم ۲۷۶

المعارف - پاکستان، کراچی، نور محمد اصح المطابع

ابن کثیر عماد الدین ابی الفداء اسماعیل بن عمر الدمشقی ۷۷۴
البدایہ والنہایہ ۔ مصر، مطبعۃ السعادہ ۱۳۵۱

ابن ماجہ ابوعبداللہ محمد بن یزید الربعی ۲۷۳
السنن ۔ پاکستان، لاہور مطبع مجتبائی

ابن منظور جمال الدین ابوالفضل محمد بن مکرم الانصاری ۷۱۱
لسان العرب ۔ مصر، المطبعۃ الامیریہ بولاق ۱۳۰۰

ابن ہشام ابومحمد عبدالملک بن ہشام الحمیری ۲۱۸
السیرۃ النبویہ ۔ مصر، بولاق مصطفےٰ البابی الحلبی ۱۳۷۵

ابن واضح الاخباری احمد بن یعقوب بن جعفر بن وہب الکاتب ۲۹۲
تاریخ الیعقوبی ۔ النجف، مطبعۃ الغری ۱۳۵۸

ابوداود، سلیمان بن اشعث بن اسحق بشیر الازدی السجستانی ۲۷۵
سنن ابی داؤد ، الہند ، کانپور مطبع نامی

ابوعبید قاسم بن سلام الہروی ۲۲۴
کتاب الاموال ۔ مصر، مطبعۃ العامرۃ، قاہرہ ۱۳۵۳

ابویوسف، یعقوب بن ابراہیم بن حبیب ۱۸۲
کتاب الخراج ۔ مصر، بولاق مطبعۃ میریہ ۱۳۰۳

بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ جعفی ۲۵۶
الصحیح ۔ الہند، دہلی نور محمد اصح المطابع ۱۹۳۸

البکری، ابوعبید عبداللہ بن العزیز البکری ۴۸۷
معجم ما استعجم من اسماء البلاد والمواضع
لجنۃ التالیف والنشر ۱۳۶۸

بلاذری، احمد بن یحییٰ ۲۷۹

فتوح البلدان ۔ مصر، مطبعۃ الموسوعات ۱۳۱۹

البیہقی، ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن عبداللہ ۴۵۸

السنن الکبریٰ ۔

الہند، حیدرآباد دائرۃ المعارف النظامیہ ۱۳۴۴

الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سَوْرَہ ۲۷۹

جامع الترمذی ۔ الہند، دھلی مطبع مجتبائی

جرجی زیدان، العرب قبل الاسلام ۔ مصر، دار الھلال

الحازمی، کتاب الاماکن قلمی

محفوظ ۔ استنبول ترکیا، مکتبہ سلیمانیہ رقم ۲۱۴۰ LALELI

الحاکم، حافظ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ ۴۰۵

المستدرک علی الصحیحین

الہند، حیدرآباد دائرۃ المعارف النظامیہ ۱۳۴۲

الحموی، یاقوت بن عبداللہ الرومی ۶۲۶

معجم البلدان ۔ مصر مطبعۃ السعادۃ ۱۳۲۴

بیروت دار الکتاب العربی

حمیداللہ، ڈاکٹر

مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ للعہد النبوی والخلافۃ الراشدۃ

بیروت ۔ دار الارشاد ۱۳۸۹

الذہبی، شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز الذہبی ۷۴۸

(۱) تجرید اسماء الصحابہ ۔ الہند بمبئی مطبعۃ شرف الدین الکتبی

بیروت ۔ دار المعرفۃ

(۲) تذکرۃ الحفاظ۔ الہند، حیدر آباد، دائرۃ المعارف

(۳) تاریخ الاسلام۔ طبع مصر

الزبیدی، محب الدین ابو الفیض السید محمد مرتضیٰ ۱۲۰۵

تاج العروس من جواہر القاموس۔ مصر، مطبعۃ الخیریہ ۱۳۰۶

بیروت، مطبعۃ الحیات

الزرقانی، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الباقی بن یوسف المالکی ۱۱۲۲

شرح المواہب اللدنیہ۔

مصر المطبعۃ الازہریۃ المصریہ ۱۳۲۷

الزمخشری، جار اللہ محمود بن عمر ۵۳۸

الفائق فی غریب الحدیث۔ مصر، دار احیاء الکتب العربیۃ ۱۳۶۴

السمعانی، ابو سعد عبد الکریم بن محمد بن منصور التمیمی ۵۶۲

الانساب۔ الہند، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد ۱۳۸۵

السمہودی، جمال الدین بن عبد اللہ بن سید الشریف شہاب الدین ۹۱۱

وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ

مصر مطبعۃ الآداب والمؤید ۱۳۲۶

السہیلی، ابو القاسم عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن احمد ۵۸۱

الروض الانف فی شرح غریب السیر

السیوطی، جلال الدین عبد الرحمٰن بن الکمال ابو الفضل ۹۱۱

تنویر الحوالک شرح علی موطا مالک۔

مصر، دار احیاء الکتب العربیۃ ۱۳۴۳

شبلی نعمانی، ۱۳۳۲

سیرۃ النبی۔ الھند، اعظم گڑھ مطبع معارف

عبد الغنی المصری ، ابو محمد عبد الغنی بن سعید بن علی بن سعید الازدی ۴۰۹

(۱) مشتبہ النسبتہ ۔

الہند، الہ آباد ۔ مطبع انوار احمدی ۱۳۲۷

(۲) المؤتلف والمختلف فی اسماء نقلۃ الحدیث

الہند، الہ آباد مطبع انوار احمدی ۱۳۲۷

عمر رضا کحالہ ، معجم قبائل العرب القدیمۃ والحدیثۃ

بیروت، مؤسستہ الرسالہ ۱۹۷۸ء

علی بن حسین علی احمدی ، مکاتیب الرسول ۔

ایران ، قم ، مطبعۃ علمیہ ۱۹۷۹

علی متقی ، علاؤ الدین الہندی البرہان فوری ۹۷۵

کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال

الہند حیدرآباد دائرۃ المعارف النظامیہ ۱۳۱۳

عون الشریف قاسم ، دبلوماسیۃ محمد ۔ سودان، الخرطوم جامعۃ الخرطوم

سید فیاض محمود پروفیسر عبد القیوم، ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند ۔

لاہور پنجاب یونیورسٹی

فیروز آبادی ، مجد الدین محمد بن یعقوب الفیروز آبادی الشیرازی ۸۱۷

القاموس المحیط ۔ مصر، مطبعۃ دار مامون ۱۳۵۷

الفتنی ، محمد طاہر الصدیقی الہندی الگجراتی ۹۸۶

مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل ولطائف الاخبار

الہند حیدرآباد دائرۃ المعارف العثمانیہ ۱۳۷۸

الہند، المطبع العالی نول کشور ۱۳۱۴ ۔

القرطبی، ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح الانصاری ٦٦٨
الجامع لاحکام القرآن ۔ مصر، القاہرہ، دار الکتب المصریہ ١٩٣٩م

القسطلانی، شہاب الدین احمد بن محمد الخطیب المصری ۔ ٩٢٣
ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری
الھند، کانپور مطبع نول کشور ١٢٨٤
مصر، مطبعۃ الکبریٰ الامیریہ بولاق ١٣٢٣

القلقشندی، ابو العباس احمد ٨٢١
نہایۃ الارب فی معرفۃ انساب العرب
مصر ۔ القاہرۃ شرکۃ العربیہ للطباعۃ والنشر ١٩٥٩

النسائی، عبدالرحمن احمد بن شعیب بن علی بن بحر ٣٠٣
سنن النسائی ۔ الھند دھلی المطبع المجتبائی

المطرزی، ابو الفتح ناصر بن عبدالسید بن علی المطرزی ٦١٦
المغرب فی ترتیب المعرب ۔ الہند، دائرۃ المعارف النظامیہ ١٣٢٨

محبوب رضوی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوبات و معاہدات
کراچی دار الاشاعت

محمد عبدالجلیل، فرمانِ نبوت ۔ حیدر آباد دکن شوکتِ اسلام

محمد عبدالمنعم خان، صاحبزادہ ۔ رسالاتِ نبویہ علیہ التحیۃ
دھلی ۔ دلی پرنٹنگ پریس ١٩٣٦

المزی، ابو الحجاج جمال الدین یوسف ٧٤٢
تہذیب الکمال فی اسماء الرجال
بیروت، دار المأمون للتراث

اللآلی المصنوعۃ فی الروایات المرجوعۃ

از

محقق و محدث مولانا مفتی سید مہدی حسن شاہجہانپوریؒ

یہ عربی میں دار العلوم دیوبند کے صدر مفتی مولانا سید مہدی حسن شاہجہانپوریؒ کی تصنیف ہے۔ اس میں موصوف نے امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے وہ تمام منتشر اقوال جن سے ائمہ مذکورہ نے مسائل میں رجوع کیا تھا نہایت جانفشانی و جستجو سے جمع کئے ہیں، پہلے حصہ میں امام اعظمؒ کے اقوال ابواب فقہ کے تحت یکجا کئے ہیں۔ دوسرے حصہ میں امام ابو یوسفؒ اور تیسرے حصہ میں امام محمدؒ کے اقوال نقل کئے ہیں۔ اس کا ہر صفحہ بصیرت افروز معلومات کا مرقع اور پوری کتاب گنجینہ تحقیقات ہے۔

اس کتاب کا مطالعہ علماء و قضاۃ و مفتیانِ کرام، فقہ کے طالب علم و مدرسین اور فقہ پر کام کرنے والوں کے لئے ناگزیر ہے، اسی لئے ہمارے ادارہ نے اس کو دوبارہ شائع کیا ہے۔

نفحۃ العرب

از مولانا اعزاز علی رحمہ اللہ

عربی فنِ ادب پر یہ ایک مشہور اور جامع کتاب ہے جو دراصل ادب میں اسلامی و اصلاحی مرقع ہے اور مصنف کے حواشی سے مزین ہے۔ اسی وجہ سے اس کو مقبولیتِ عام حاصل ہے اور اکثر مدارس عربیہ میں داخلِ نصاب ہے اسی باعث اسے ادارہ نے شائع کیا ہے اور قیمت بھی بہت کم رکھی ہے

قیمت

فاضل مصنف مولانا محمد عبد الشہید نعمانی کی ایک دوسری اہم تصنیف

امام ابو حنیفہ رح کی تابعیت

اور

صحابہ سے ان کی روایت

اسلامی دنیا کی اکثریت فقہی احکام میں امام ابو حنیفہ کی پیرو ہے امام صاحب کو حق تعالیٰ شانہ نے بہت سی خصوصیات سے نوازا تھا ان میں سے ایک اہم خصوصیت ان کی تابعیت ہے۔ یہ وہ امتیاز ہے جو ان کے معاصرین اور بعد کے آنے والے ائمہ مجتہدین متبوعین میں سے جن کی تقلید عالم اسلام میں جاری وساری ہے کسی اور کو حاصل نہیں ہو سکا۔ یہ کتاب اس موضوع پر نہایت قیمتی اور تحقیقی معلومات پر مشتمل ہے جس سے اردو زبان کا دامن اب تک خالی ہے۔

اس کتاب کے چند اہم مباحث حسب ذیل ہیں :

۱ - تابعیت کیا ہے
۲ - امام ابو حنیفہ رح نے کن کن صحابہ کا زمانہ پایا ہے
۳ - کن حضرات صحابہ سے آپ کو شرف ملاقات حاصل ہوا
۴ - کن حضرات صحابہ سے آپ کی روایت ثابت ہے۔

اہل علم کے لئے اس کتاب کا مطالعہ بہت ضروری ہے

الرحیم اکیڈمی
اے ۷/۱، اعظم نگر پوسٹ آفس لیاقت آباد، کراچی ۱۹